قرض کے مسائل و فضائل

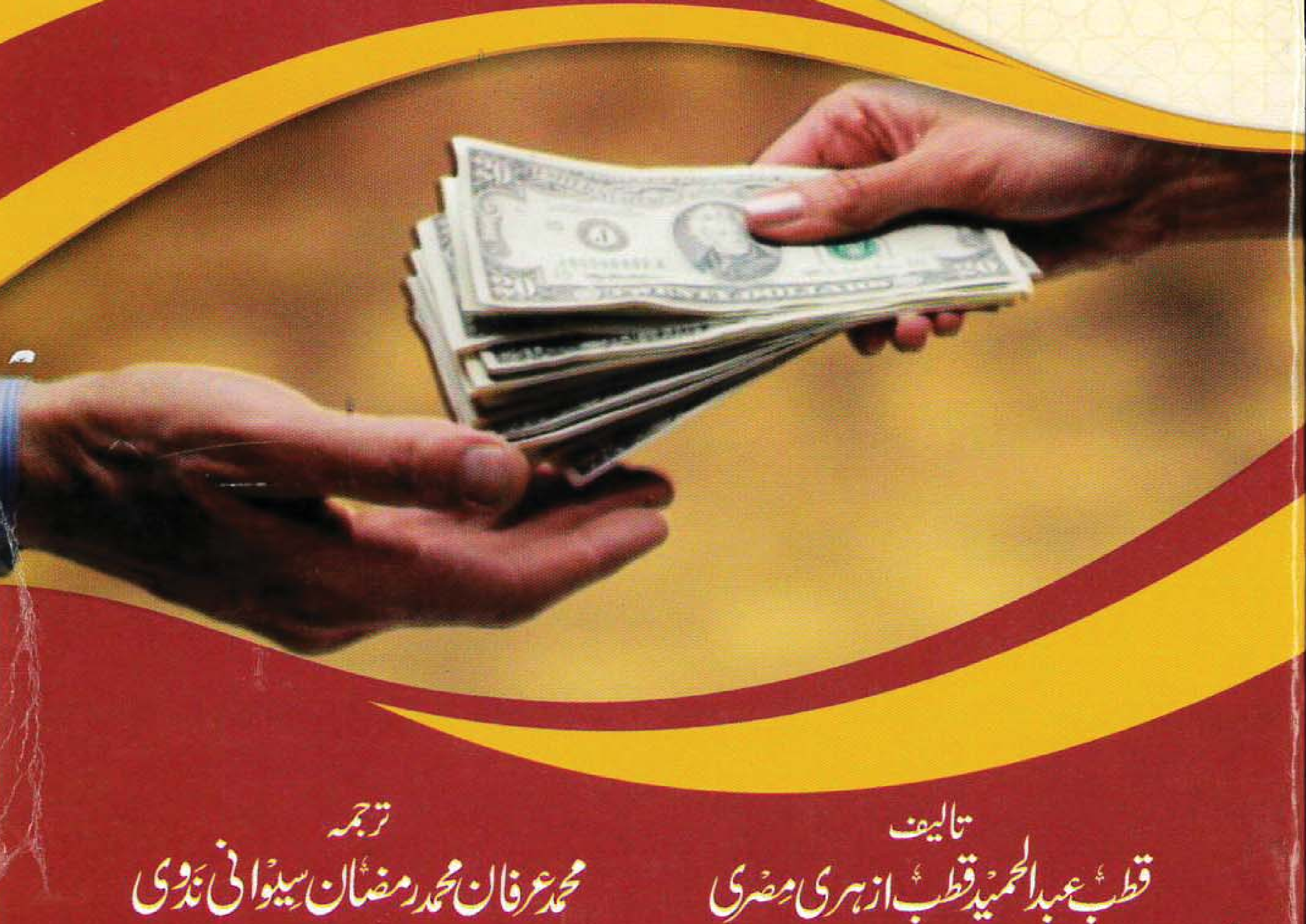

تالیف
قطب عبدالحمید قطب ازہری مصری

ترجمہ
محمد عرفان محمد رمضان سیوانی ندوی

مکتبہ احسان لکھنؤ

قرض
کے مسائل وفضائل

قرآن وحدیث اور اقوال سلف کی روشنی میں

تالیف

دکتور قطب عبدالحمید قطب ازہری مصری

ترجمہ

مولانا محمد عرفان بن محمدِ رمضان سیوانی ندوی

مکتبہ احسان، لکھنؤ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

قرض کے مسائل وفضائل

تالیف

دکتور قطب عبدالحمید قطب ازہری مصری

ترجمہ

مولانا محمد عرفان بن محمد رمضان سیوانی ندوی

Qarz Ke Masail Wa Fazail

Author

Mohd. Irfan, Mohd. Ramazan Siwani Nadwi

Edition : 2017

Pages : 56

Price : 80

ناشر

مکتبہ احسان لکھنو

MAKTABA AHSAN

504/119, Tagore Marg, Daliganj, Lucknow-20 (U.P.)

Ph. : 0522-2742842 M. : 9793118234, 9335982413

E-mail : maktabaahsan1@gmail.com

فہرست کتاب

مقدمہ (حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم)	۴
تقریظ	۵
عرض مترجم	۶
مقدمہ	۹
قرض دینے کی فضیلت وترغیب	۱۱
ضرورتیں جو قرض کا وجہ جواز پیدا کرتی ہیں	۱۴
انسان کی آزادی وخود مختاری پر قرض کے اثرات	۱۷
قرض کے اثرات انسان کی اخروی زندگی پر	۱۹
قرض کا ایگریمنٹ برائے حفاظت حقوق دائن	۲۳
قرض لینے اور ادا کرنے کے بارے میں ضروری ہدایات	۲۶
قرض وصول کرنے کے آداب	۳۰
قرض لینے اور اس کی ادائیگی کا ایک دل چسپ قصہ	۳۳
فوری ادائیگی کے عوض قرض کا کچھ حصہ معاف کر دینا	۳۵
قرض کا پیمنٹ افراط وتفریط زر کی روشنی میں	۳۷
قرض کی ادائیگی دوسرے شہر میں	۳۸
قرض کا قرض کے عوض تبادلہ	۴۰
قرض دینے اور قرض لینے والے کے مال میں زکوٰۃ کا حکم	۴۲
مستحق زکوٰۃ قرض دار	۴۵
نادار مقروض سے قرض ساقط کرنا اور اس کو زکوٰۃ شمار کرنا	۴۶
اللہ کا قرض ادا کرنا زیادہ ضروری ہے	۴۸
قرض کی ادائیگی کے لیے نبوی دعائیں	۵۰
مصادر ومراجع	۵۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد للّٰہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ أما بعد.

مالیاتی نظام میں قرض سے کام انجام دینے کو جو اہمیت حاصل ہوگئی ہے اس سے ترقیاتی کاموں کو جس طرح فروغ دیا جارہا ہے وہ کوئی مخفی بات نہیں، لیکن قرض کی ادائیگی کا مسئلہ بتدریج دشوار ہوتا جاتا ہے اور قرض دینے والے خوب فائدہ اٹھاتے ہیں اور قرض لینے والا اسی کے شکنجہ میں کس جاتا ہے، مغربی ممالک اس کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے لگے ہیں، اور دوسرے ممالک کو اس کے ذریعہ اپنا غلام بنالیتے ہیں اور یہ سود کے ذریعہ ہوتا ہے، بلاسود کے قرض لینے اور قرض دینے والوں کے تعلقات اچھے رہتے ہیں، قرض دینے کی جو فضیلت اور اس پر جو اجر وثواب ہے وہ اسی صورت میں ہے کہ اس پر سود کا بوجھ نہ ڈالا جائے، بلکہ حسب ضرورت مدد کردی جائے اور کم از کم سختی سے کام نہ لیا جائے اور قرض لینے والے کو یہ ہدایات دی گئی ہیں کہ وہ جو وقت طے کرے اس پہ اس کی ادائیگی کردے۔

قرض کے مسائل وفضائل پر ایک مصری عالم استاذ قطب عبد الحمید مصری کی کتاب کا مولوی محمد عرفان سیوانی ندوی نے ترجمہ کیا ہے، وہ ایک مفید کام کے طور پر سامنے ہے، اور اس سے لوگ اپنی زندگی گزارنے میں فائدہ اٹھائیں گے، اور اس کے ذریعہ سماج میں جو خرابیاں آرہی ہیں ان کو دور کریں گے۔

محمد رابع حسنی ندوی
دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
جمعہ ۲۲ر شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين.

قرض انسانی ضروریات میں سے ہے، انسان زندگی کے مختلف مراحل میں متعدد موقعوں پر ایسے حالات میں گھر جاتا ہے کہ قرض لینا اس کے لیے ناگزیر ہو جاتا ہے اور اس کے بغیر چارہ نہیں ہوتا، اسلام نے ایک انسانی اور سماجی ضرورت کے تحت اس پر اسی طرح توجہ دی ہے جس طرح اور انسانی ضرورتوں کا اس نے حل پیش کیا ہے۔

طرفین (قرض دینے والا اور قرض لینے والا) کے مسائل جدا جدا ہیں اور قرض کے فضائل علیحدہ، معاشرے میں قرض کے معاملے میں بہت کوتاہیاں پائی جاتی ہیں، خودغرضی ایسی عام ہوگئی ہے کہ بہت سے لوگ اپنی ضرورت سے زیادہ مال ہوتے ہوئے بھی قرض دینے کے لیے آمادہ نہیں ہوتے، مستقبل کے منصوبے اور موہوم امیدیں انہیں اس کارِ خیر سے محروم کرتی ہیں، اس رسالے میں آپ دیکھیں کہ قرض دینے اور قرض دار کے ساتھ نرم سلوک کرنے کے کیسے فضائل ہیں، اور ان سے بھی زیادہ تعجب ان لوگوں پر ہے جو قرض لے کر ایسے ہو جاتے ہیں جیسے قرض لیا ہی نہیں، جب کہ قرض کا معاملہ بہت ہی نازک ہے اور یہ بہت ڈرنے کا مقام ہے، اس کی سنگینی کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ شہادت جیسا عظیم درجہ حاصل کرنے کے باوجود قرض اگر اس کے ذمے ہے تو وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ اس لیے اس سلسلے میں بہت احتیاط کرنا چاہیے، اس کے علاوہ قرض سے متعلق بہت سے مسائل ہیں جن کو اس کتاب میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے، غالباً یہ پہلی اور واحد کتاب ہے جس میں قرض کے جملہ مسائل کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

فیصل احمد ندوی

مسجد معاذ بن جبل۔ کارگدے، بھٹکل

۲۹ رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ

عرض مترجم

بلاوجہ کسی سے قرض مانگنا مروت وشرافت کے خلاف ہے، اسلام نے اپنے ماننے والوں کو قناعت، صبر، توکل، محنت، جفاکشی اور جانفشانی کی تعلیم دی ہے، تاہم ناگزیر حالات اور ناگفتہ بہ مسائل کا شکار ہونے کی صورت میں قرض لینا معیوب ومذموم نہیں ہے بلکہ مشروع اور جائز ہے، تاہم خیال رہے کہ قرض اتنا ہی لیا جائے جس سے اصلی حاجت اور جائز ضرورت کا سدّباب ہو سکے، نمائش، دکھاوا اور جھوٹی آن بان اور شان بگھارنے کے لیے قرض لینے کی اسلام اجازت نہیں دیتا، مگر بے حد افسوس کی بات ہے کہ لوگ عموماً جھوٹی آن بان دکھانے کے لیے یا شادی بیاہ کی رسموں اور فضولیات پر خرچ کرنے کے لیے، یا دعوت، ولیمہ، عقیقہ، منگنی، رخصتی، جہیز، سجاوٹ، ڈیکوریشن جیسی فضولیات پر بے جا خرچ کرنے کے لیے اپنی حیثیت وقدرت سے بڑھ کر قرض لیتے ہیں، بلاضرورت کار، بنگلہ، فرنیچر، فریج، ٹی وی وغیرہ غیر ضروری اسباب خریدنے کے لیے بنکوں سے سود پر قرض لینے لگے ہیں ''چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات ہے'' محاورے کے تحت، پھر ساری زندگی پریشان رہتے ہیں، طرح طرح کی رسوائیاں اور بے شرمیاں جھیلنی پڑتی ہیں۔

سرمایہ دارانہ نظام کے تحت قرض لینے کی ترغیب دی جاتی ہے، قرض کے معاملے کو سجا سنوار کر خوشنما بنا کر پیش کیا جاتا ہے ''ہر چیز اپنی مٹھی میں کرلو'' کہہ کر قرض لینے پر اُکسایا جاتا ہے۔ ''زندگی موج ومستی کے ہے'' کہہ کر نوجوانوں کو قرض لینے کے لیے ورغلایا جاتا ہے، طاغوتی نظام کے ایجنٹ بھاری بھاری قرض کے ایگریمنٹ پیپر لیے دروازے پر کھڑے ہوتے ہیں، تجارتی، تعلیمی، زراعتی، صنعتی حتی کہ سیاحتی قرض بانٹے جانے لگے ہیں،

ڈیبٹ کارڈ، کریڈٹ کارڈ، گولڈن کارڈ، پلاٹینم کارڈ وغیرہ ناموں سے قرض کا شیطانی جال بازار میں پھیلا دیا گیا ہے، قرض لینا گویا کہ فیشن بن چکا ہے، قرض لے کر خوش حال بننے کا عیارانہ جھوٹا فلسفہ عوام الناس کے ذہنوں میں راسخ کر دیا گیا ہے۔ اس طرح عوام تو عوام، خواص، سماج، حکومت سب اسی طاغوتی نظام کے جال اور دلدل میں گلے گلے پھنسے ہوئے ہیں، ایک اندازے کے مطابق ترقی پذیر ممالک کا ہر فرد مقروض ہے۔ اس طرح غریبی دور کرنے کے نام سے بانٹے گئے قرض غریبی میں اور اضافہ کا سبب بنتے ہیں اور طاغوتی نظام کے کارندے چاہتے بھی یہی ہیں۔

خوش حالی قرض لے کر اسباب خریدنے سے نہیں آتی بلکہ ضروریات کو سمیٹنے، خواہشات پر لگام لگانے، آرزوؤں کو کنٹرول کرنے سے آتی ہے۔ قرض کا معاملہ نہایت سنگین ہے، کتنے لوگ قرض لے کر دیوالیہ ہو گئے، کاروبار غرق ہو گئے، جائیداد ضبط ہو گئی، رسوائی، ذلت، دردر کی ٹھوکرا لگ رہی، نہ دن کا چین نہ رات کا قرار، راحت کم فکر و غم بسیار، لذت کم ذلت بے شمار، دنیا تباہ آخرت خراب۔

کتنی فکر کی بات ہے کہ انسان قرض کی وجہ سے آخرت میں دھتکارا اور پھٹکارا جائے، بڑی بڑی نیکیاں اور عبادتیں اکارت ہو جائیں حتی کہ شہادت جیسی عبادت حج جیسی نیکی بھی کام نہ آئے، نبی انسانیت ﷺ کا پیغام تمام بندگان خدا کے نام یہ ہے کہ اگر ایک درہم یا ایک دینار کا بھی بندہ مقروض ہے تو روز قیامت اس بندہ کی خلاصی اور بخشش ناممکن تا آنکہ قرض خواہ معاف کر دے بصورت دیگر اس کی نیکیوں سے بقدر قرض نیکیاں محسوب کر لی جائیں گی۔ أعاذنا الله منه

زیر نظر کتاب میں قرض کی سنگینی اور خطرناکی کو اجاگر کیا گیا ہے کن حالات میں قرض لینا جائز اور کن حالات میں ناجائز ہے اس پر روشنی ڈالی گئی ہے قرض کے احکام و آداب بیان کئے گئے ہیں، اللہ رب العزت مؤلف کتاب کو جزائے خیر دے اسی طرح

تمام معاونین ومحسنین کی بخشش فرمائے خصوصاً خُلد آشیاں جنت مکاں جناب عبدالنور باقر التوحیدی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ کی جن کے مساعی جمیلہ تا قیامت مختلف شکلوں میں تابندہ وپائندہ رہیں گی۔

اللہ رب العزت مؤلف کتاب ومترجم کی کاوشوں میں خلوص پیدا فرمائے اسے قبول فرمائے نجات آخرت کا ذریعہ بنائے۔

مترجم
محمد عرفان بن محمد رمضان سیوانی ندوی
امام وخطیب مسجد الفتح
بردبئ۔دبئ،امارات

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وأصحابه أجمعين.

بلاشبہ قرض رات کا غم اور دن کی رسوائی ہے، دماغی الجھن اور قلبی اضطراب وانتشار الگ ہے، قرض کی ادائیگی کے لیے فکروغم میں غلطاں وپیچاں رہنا لازمی ہے، قرض خواہ سے ملاقات کے وقت ذلت ورسوائی یقینی ہے، وقت مقررہ پر قرض ادا نہ ہوسکا تو زیر بارِ منت ہونا بدیہی ہے، بسا اوقات قرض دار قرض کی ادائیگی کا وعدہ کرتا ہے اور وعدہ خلافی کر جاتا ہے، کبھی قرض خواہ سے جھوٹ بولتا ہے، کبھی قرض کے سبب قسم کھاتا ہے اور توڑ دیتا ہے، اس کے علاوہ ذلت ورسوائی کے بہت سے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، کبھی قرض لینے والا قرض کی ادائیگی سے قبل ہی مرجاتا ہے، ایسی صورت میں مرنے والا جنت کے داخلہ سے قرض کی ادائیگی تک محروم اور محبوس رہتا ہے، اسی لیے نبی اکرم ﷺ گناہ اور قرض کے بوجھ سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اکثر وبیشتر قرض کے بوجھ اور گناہ سے پناہ مانگا کرتے تھے، میں نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! عموماً آپ ﷺ قرض کے بوجھ سے پناہ مانگتے ہیں سبب کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص قرض لیتا ہے وہ بات کرے گا تو جھوٹ بولے گا اور وعدہ کرے گا تو وعدہ خلافی کرے گا۔ (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: ''جو شخص وفات پاجائے اس حال میں کہ اس پر ایک درہم یا ایک دینار کا بھی قرض باقی ہے تو اس کی نیکیوں میں سے کاٹ کر قرض منہا کرلیا جائے گا، آخرت میں درہم ودینار کہاں؟ (رواہ ابن ماجہ باسناد حسن)

فکروغم، ذلت ورسوائی کی مذکورہ تمام صورتیں بلاوجہ قرض لینے کی شناعت وقباحت کو اُجاگر کرتی ہیں، قرض کے ظاہری جمال وکمال کو زائل کرکے اس کی بھیانک اور خوف ناک شکل پیش کرتی ہیں، اردگرد کا جائزہ اور حالات حاضرہ کا مشاہدہ ہماری عبرت کے لیے کافی ہے، قرض لینے کے سبب کتنے باعزت شرفاء ذلیل ہوگئے، کتنے ہرے بھرے گھر برباد ہوگئے، کتنی ثروت

ودولت ضائع ہوگئی، کتنی قومیں اور حکومتیں ذلیل وخوار ہوگئیں، اور یہ سب کچھ حقیقی ضرورت نہیں بلکہ جھوٹی شان، بے لگام خواہش اور کھوٹی بناوٹی آن دکھانے کے لیے بلاضرورت لینے کی بدولت ہوا۔

کسی سخت ضرورت کے تحت ادائیگی کی نیت وقدرت کے ساتھ قرض لینا بہر حال مشروع ہے اس لیے کہ جائز ضرورت کے تحت قرض کا لین دین کرنا شرعاً جائز ہے، جائز قرض کے احکام وآداب کے سلسلے میں قرآن کی سب سے طویل آیت نازل ہوئی جس کو آیت دَین بھی کہتے ہیں، لوگوں کو ایک دوسرے کی مدد کی ضرورت پڑتی ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد اور تعاون میں رہتا ہے اللہ بندے کی مدد اور تعاون میں رہتے ہیں اور معاشرے میں جب قرض کی جائز شکل مشروع نہ ہوگی تو بہر صورت سود رواج پائے گا۔

نبی کریم ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آج سخت ضرورت ہے کہ قرض کے بوجھ اور لوگوں کے قہر وجبر سے پناہ مانگی جائے، اور ان اسباب سے دوری اختیار کی جائے جو فکر وغم، ذلت ورسوائی کا سبب بنتے ہیں، جو شرم وحیا کو تاخت اور مروت وانسانیت کو تاراج کرتے ہیں، حضرت انسؓ راوی ہیں حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ”تم میں سے کوئی پیوند لگے کپڑے پہنے یہ بہتر ہے اس بات سے کہ وہ اپنی دیانت وامانت برباد کر کے وہ چیز حاصل کرے جو اس کی نہیں ہے۔

آج سخت ضرورت ہے کہ جفاکشی وجانفشانی کی جائے، عفت وقناعت اختیار کی جائے، عزت وشرافت، انسانیت ومروت کی حفاظت کی جائے، اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم اس دین حنیف کے احکام وآداب کی پابندی کریں گے جو ہمیں عزت کی پاسبانی کی گارنٹی دیتا ہے۔ اگلے صفحات میں ہم قرض لینے دینے کے احکام وآداب پر شریعت اسلامی کی روشنی میں نظر ڈالیں گے۔ اللہ رب العزت سے فریاد ہے کہ ہمارے اعمال میں اخلاص پیدا فرمائے اور اخلاص کی برکت سے ہمارے میزان اعمال کو قیامت کے دن وزنی اور بھاری بنائے جس دن نہ مال نفع دیں گے اور نہ اولاد، صرف اعمال نفع دیں گے، صرف اعمال۔ (رواہ احمد والبیہقی ورمز السیوطی لسنۃ)

واللہ ولی التوفیق

قطب عبد الحمید قطب

قرض دینے کی فضیلت وترغیب

ضرورت پڑنے پرلوگوں کوقرض دینا، ان کی پریشانیوں کودور کرنا، تنگی اور سخت حالات میں لوگوں کا تعاون کرنا اعلیٰ درجہ کی نیکی اوراجروثواب حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

درحقیقت جوشخص خوش دلی اور خندہ پیشانی کے ساتھ لوگوں کوقرض دیتا ہے اور قرض دینے کے بعد قرض لینے والے پر احسان دھرتا ہے نہ ایذاء اور تکلیف دیتا ہے نہ ہی قرض کی واپسی کے لیے بلا وجہ تنگ کرتا ہے تو ایسے شخص نے گویا کہ اللہ کوقرض دیا ہے۔ سورہ بقرہ آیت ۲۴۵ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَةً" یعنی کون ہے جو اللہ کوقرض حسن دے تو اللہ تعالیٰ اس کو کئی گنا زیادہ کر کے واپس کرے، مفسر قرآن ابن عاشور (التحریر والتنویر لابن عاشور) کے مطابق اللہ کی نسبت پر قرض دینا جہاں عام بندگان خدا کو شامل ہے اس کے مصداق میں راہ خدا میں جہاد کرنے والے اور دیگر کارِ خیر بھی ہیں، چناں چہ جوشخص خوشنودیٔ خدا کی خاطر لوگوں کوقرض دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اجرعظیم سے نوازتے ہیں۔

سورۂ مائدہ آیت ۲ میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: "وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ" یعنی نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں پرایک دوسرے کا تعاون کرو گناہ اور زیادتی کے کاموں پر تعاون مت کرو، اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

ضرورت پڑنے پر قرض دے کر مسلمانوں کی اعانت ومدد اعلیٰ درجہ کی نیکی اور آپسی رشتوں کو مضبوط کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

احادیث میں کثرت سے قرض دینے کی فضیلت اور ترغیب آئی ہے، ذیل میں چند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں جن میں قرض دینے کو صدقہ کا قائم مقام یا صدقہ کے برابر اجروثواب کا سبب بتایا گیا ہے۔

ابن مسعودؓ حضور اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں "کل قرض صدقة" (رواہ الطبرانی باسناد حسن) دوسری حدیث میں ہے "ما من مسلم يقرض مسلما قرضا مرتين إلا كان كصدقتها مرة" (ابن ماجہ باسناد حسن) پیش کردہ دونوں حدیثوں کے راوی ابن مسعودؓ ہیں دونوں میں قرض دینے کو صدقہ قرار دیا گیا ہے۔

براء بن عازبؓ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں "من منح منيحة لبن أو ورق أو هدىٰ زقاقا كان له مثل عتق رقبة" (رواہ احمد وابن حبان، والترمذی، حسن صحیح) اس حدیث میں ورق یعنی درہم یا دینار وغیرہ قرض دینے کو غلام آزاد کرنے کے برابر اجروثواب کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: "كان تاجر يداين الناس، فإذا رأى معسرا قال لفتيانه تجاوزوا عنهم لعل الله أن يتجاوز عنا، فتجاوز الله عنه" (رواہ البخاری) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کو قرض دینا کارِ خیر ہے، تنگدست ہونے کی صورت میں آسانی کرنا اور عفو و درگذر کرنا مغفرت اور بخشائش کا سبب ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: "من نفس عن مؤمن كربة من كرب الدنيا نفس الله عنه كربة من كرب يوم القيامة، ومن يسر علىٰ معسر يسر الله عليه في الدنيا والآخرة، ومن ستر مسلما ستره الله فى الدنيا والآخرة والله فى عون العبد ما كان العبد في عون أخيه". (رواہ مسلم)

درج بالا حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ایک بندہ جب دوسرے مومن بھائی کے لیے آسانی کرتا ہے، اس کی پردہ پوشی کرتا ہے، اس کی مدد کرتا ہے تو اللہ بھی ایسے بندے کی پردہ

پوشی فرماتے ہیں اور مدد فرماتے ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

بلاشبہ قرض دینا مدد اور تعاون کی بہترین مثال ہے اور پریشانی ومصیبت میں کام آنے کا اعلیٰ نمونہ ہے، اس لیے کہ عموماً انسان سخت حالات ہی میں قرض مانگتا ہے، اسی لیے حدیث میں آیا ہے کہ قرض دینے کا اجر وثواب صدقہ کے اجر وثواب سے زیادہ ہے، حضرت انس بن مالکؓ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں: "قال رسول اللّٰہ ﷺ رأیت لیلة أسریٰ بي علیٰ باب الجنة مکتوبا الصدقة بعشر أمثالها و القرض بثمانیة عشر، فقلت یا جبرئیل! ما بال القرض أفضل من الصدقة قال: لأن السائل یسأل و عنده، و المستقرض لا یسقرض إلا من حاجة". (رواہ ابن ماجہ)

حضرت ابوامامہؓ بھی حضور ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں: "قَالَ: دَخَلَ رَجُلٌ الجَنَّةَ، فَرَأَی عَلیٰ بَابِهَا مَکْتُوبًا الصَّدَقَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، وَالْقَرْضُ بِثَمَانِیَةِ عَشَرٍ".

مذکورہ بالا دونوں حدیثوں میں قرض دینے کے ثواب کو صدقہ کے ثواب سے کئی گنا زیادہ بیان فرمایا گیا ہے، چناں چہ ارشاد نبویؐ ہے کہ صدقہ کا اجر دس گنا بڑھا کر دیا جاتا ہے تو قرض دینے کا اجر وثواب اٹھارہ گنا بڑھا کر دیا جاتا ہے، چناں چہ قرض دینے والے کو خوش دلی سے قرض دینا چاہیے اور یہ یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ رب العزت نے قرض کے اجر وثواب میں اضافہ کرنے کی گارنٹی لی ہے بایں طور کہ قرض دینے والے کے مال میں اللہ برکت ڈال دیتے ہیں، مال کو راحت کا سبب بنا دیتے ہیں اور آخرت میں انعام واکرام کے علاوہ رضامندی وخوشنودی عطا فرماتے ہیں۔

اسلام نے جہاں قرض دینے کی ترغیب دی ہے، اس کی فضیلت کو اُجاگر کیا ہے وہیں پر قرض لینے والے کے ذمہ یہ لازم کیا ہے کہ وہ اپنی ضروریات پوری کر کے وقت مقرر پر قرض کی ادائیگی کرے اور اُدھار واپس کرنے میں بلاوجہ ٹال مٹول نہ کرے۔

● ● ●

ضرورتیں جو قرض کا وجہ جواز پیدا کرتی ہیں

موجودہ زمانہ میں بہت سے لوگوں نے قرض کے معاملے کو آسان اور ہلکا سمجھ لیا ہے، قرض کا غلط استعمال کرنے لگے ہیں، قرض کے وبال کو معمولی تصور کرنے لگے ہیں، چناں چہ ناجائز، مکروہ، ناپسندیدہ، غیر ضروری کاموں کے لیے بے محابا، بے لگام قرض لیں گے، بے جا عارضی خواہشات، بے قید اُمنگ و ارمان، بے لگام آرزو و بھڑاس نکالنے اور بے ضرورت دکھاوا و نمائش کے لیے قرض لیں گے، انجام کار مصیبتوں کے گرداب میں پھنس کر الجھنوں کا شکار ہو کر ذلیل و خوار ہو کر بیٹھ رہیں گے یا چھپتے چھپاتے پھریں گے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ حرام کام کے انجام دہی کے لیے قرض لینا حرام ہے، جھوٹی شان و آن اور غرور و نخوت کے اظہار کے لیے قرض لینا مکروہ تحریمی ہے۔

مومن قرض اسی صورت میں لیتا ہے جب وہ سخت حالات سے دوچار ہو، اور اس کی ضرورت بھی جائز ہو خلاصہ یہ ہے کہ سخت حالات میں جائز ضرورت کے لیے مجبوری کی حالت میں ہی قرض لینا جائز ہے، خیال رہے کہ ایسی مجبوری کی حالت میں بھی ادائیگی کی نیت سے ضرورت بھر ہی قرض لیا جائے ضرورت سے زائد لینا اس صورت میں بھی درست نہیں۔

آیئے درج ذیل احادیث شریفہ میں غور و فکر کریں تا کہ ہمیں اندازہ ہو کہ اسلام نے لالچ اور بے جا زیادتی کی خواہش کی کیسے مخالفت کی ہے اور کیسے ان تمام بے قید لالچوں کی جڑ کاٹ دی ہے جو انسان کو بے ضرورت قرض لینے پر آمادہ کرتی ہیں جن سے بچنا ممکن ہے اس لیے کہ وہ ضروریات زندگی سے خارج ہیں۔

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قرض لینے والے بندے کے ساتھ ہوتا ہے جب تک کہ وہ قرض ادا نہ کرے تاہم اس نے قرض ناجائز امور کے لیے لیا ہے تو اللہ اس کے ساتھ نہیں ہوتا۔ (رواہ ابن ماجہ والحاکم باسناد حسن)

عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

قال : يدعو الله بصاحب الدين يوم القيامة حتى يوقف بين يديه فيقال: يا ابن آدم فيم أخذت هذا الدين وفيم ضيعت حقوق الناس؟ فيقول: يارب إنك تعلم إني أخذته فلم آكل، ولم أشرب، ولم ألبس ولم أضيع، ولكن أتى على يدي إما حرق، وإما سرق وإما وضيعة فيقول الله عزوجل: صدق عبدي، أنا أحق من قضى عنك فيدعو الله بشئ فيضعه في كفة ميزانه فترجح حسناته على سيئاته فيدخل الجنة بفضل رحمته.

[رواه أحمد والبزار والطبراني بإسناد حسن]

درج بالا حدیث سے واضح ہوتا ہے قرض لینے والے سے قیامت کے دن سخت بازپرس کی جائے گی کہ قرض کہاں سے لیا؟ کیوں لیا؟ کن اغراض ومقاصد کے تحت لیا؟ جب مکمل چھان بین ہوجائے گی تب جا کر جان بخشی ہوگی اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل خاص اور رحمت عام کا معاملہ فرمائیں گے اور بندے کو جنت میں محض اپنے فضل وکرم سے داخل فرمائیں گے۔

حضرت عبداللہ ابن عمروؓ سے مروی ہے:

قال رسول الله صلّى الله عليه وسلم : إن الدين يقضي من صاحبه يوم القيامة إذا مات إلا من يدين في ثلاث خلال! الرجل تضعف قوته في سبيل الله فيستدين يتقوى به لعدو الله وعدوه، ورجل يموت عنده مسلم لا يجد ما يكفنه ويواريه إلا بدين، ورجل خاف الله على نفسه العزبة فينكح خشية على دينه فإن الله يقضي عن هولاء يوم القيامة. [رواه ابن ماجة والبزار]

درج بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرض لینا صرف سخت ترین حالات میں ہی درست ہے:

۱۔ راہ خدا میں جہاد کرنے والے مجاہد کو جب اپنی قوت اور اسباب جہاد کو بڑھانے کے لیے ضرورت پڑے تو وہ قرض لے سکتا ہے۔

۲۔ جب کسی صاحب ایمان کا انتقال ہو جائے اور کفن دفن کے اسباب میسر نہ ہوں تو تجہیز و تکفین کے لیے قرض لیا جا سکتا ہے۔

۳۔ اسی طرح بغیر شادی شدہ شخص اپنے ایمان و اخلاق کو بچانے کے لیے قرض لے کر شادی کر سکتا ہے، مذکورہ تین صورتوں میں قرض لینے والا گزر بھی جائے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے فضل خاص سے اس کا قرض ادا فرما دیں گے لیکن اگر بلا ضرورت قرض لے کر ادائیگی نہیں کی تو قیامت کے دن سخت باز پرس کی جائے گی۔

● ● ●

انسان کی آزادی وخودمختاری پر قرض کے اثرات

بلاشبہ قرض رات کا غم اور دن کی رسوائی ہے، قرض لینے والے کی آزادی، خودمختاری سلب ہوجاتی ہے، چین وسکون غارت ہوجاتا ہے، ہمیشہ فکروغم دامن گیر رہتا ہے، ذیل میں چند احادیث اور آثار نبویؐ درج کیے جارہے ہیں جن سے اندازہ ہوگا کہ قرض کا معاملہ کتنا سنگین ہے۔

بیہقی نے شعب الایمان میں نبی کریم ﷺ کی حدیث نقل کی ہے "أقـل مـن الذنوب يهن عليك الموت، وأقل من الدين تعش حراً" گناہوں سے بچو آسانی کی موت مروگے اور قرض لینے سے بچو مزے اور آزادی کی زندگی جیوگے۔

موجودہ زمانے کے حالات وواقعات اس حدیث نبوی کی سوفیصد تصدیق وتائید کرتے ہیں کتنے افراد بلکہ کتنی قومیں ہیں جنہوں نے قرض کے سبب اپنی آزادی اور خودمختاری کو کھودیا ہے اور بد سے بدتر حالات کے گڑھے میں جاگری ہیں۔

ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ہرماس بن حبیب سے ان کے دادا کا واقعہ نقل کیا ہے، ہرماس کے دادا بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ایک شخص نے قرض لیا اس نے وقت پر ادائیگی نہیں کی میں اسے لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تحقیق حال کے بعد آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ چاہو تو اسے قید کرلو، پھر آپ کا گزر شام کو ہوا تو آپ نے دریافت فرمایا اے بنی تمیم کے بھائی! تمہارے قیدی کا کیا بنا؟

درج بالا حدیث سے ظاہر ہے کہ قرض دار کو قرض کی عدم ادائیگی کی صورت میں قید کیا جاسکتا ہے اور قید کی رسوائی مطالبہ کی رسوائی سے زیادہ سخت ہے۔

مشہور مفسر قرآن ابن کثیر سورہ آل عمران کی آیت:

"وَمِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ اِنْ تَأْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُؤَدِّهٖ اِلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ اِنْ تَأْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَا يُؤَدِّهٖ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا" کے آخری حصہ "اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اس جملہ سے واضح ہوتا ہے کہ اپنے حق کی وصول یابی کے لیے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ، اصرار اور سخت سے سخت انداز میں کیا جاسکتا ہے جب کہ امام قرطبی فرماتے ہیں کہ آیت کے اسی حصہ سے استدلال کرتے ہوئے ہمارے بعض بغداد کے علماء فرماتے ہیں کہ قرض دار کو عدم ادائیگی کی صورت میں قید کیا جاسکتا ہے۔

انسان کی نفسیات اور اعصاب پر قرض کے جو برے اثرات مرتب ہوتے ہیں اس سے آپ ﷺ نے بچنے کی تاکید فرمائی ہے، چناں چہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: "لا تخيفوا أنفسكم بعد أمنها" (رواہ احمد والحاکم والبیہقی والطبرانی) یعنی خواہ مخواہ اپنے آپ کو خوف، پریشانی اور ہلاکت میں نہ ڈالو جب کہ تمہیں امن وسکون حاصل ہے، صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول خوف اور بے چینی میں ڈالنے والی کیا چیز ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ قرض ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ قرض لے کر افراد، سوسائٹی بلکہ پوری پوری قوم ابدی بے چینی و بے قراری کی شکار ہو جاتی ہے اسی لیے سیدنا عمر بن خطابؓ فرمایا کرتے تھے کہ بلا وجہ قرض لینے سے اپنے آپ کو بچاؤ اس لیے کہ قرض کی ابتدا رنج وغم سے ہوتی ہے اور انتہا جنگ پر ہوتی ہے۔ معاذ اللہ (رواہ مالک)

● ● ●

قرض کے اثرات انسان کی اخروی زندگی پر

قرض کا معاملہ دنیا میں جتنا سنگین ہے اس سے کہیں زیادہ سنگین آخرت میں ہے۔ قرض دنیا میں انسان کی آزادی، خودمختاری، امن وسکون کو غارت کر دیتا ہے، اسی طرح آخرت میں انسان کی قدر ومنزلت کو گھٹا دیتا ہے بلکہ مسائل اور پریشانیاں پیدا کرتا ہے، انسان کے دین واخلاق کو برباد کرنے کا سبب ہے، اسی اخلاقی سنگینی اور خطرناکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نبی ﷺ کا فرمان ہے: "إن الرجل إذا غرم حدث فكذب ووعد فأخلف" یعنی جب آدمی قرض لیتا ہے تو بات کرے گا تو جھوٹ بولے گا اور جب وعدہ کرے گا تو وعدہ خلافی کرے گا۔

قرض کے برے اثرات نیک اعمال پر بھی پڑتے ہیں، قرض کی وجہ سے بعض اونچے درجہ کے اعمال بھی رائیگاں چلے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جہاد اور شہادت جیسا اونچا عمل بھی غیر مقبول ہو جاتا ہے ارشاد نبویؐ ہے: "يغفر للشهيد كل ذنب إلا الدين" یعنی شہید کے سارے گناہ بخش دیے جائیں گے سوائے قرض کے، ابوقتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی ﷺ کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: "إن الجهاد في سبيل الله والإيمان بالله أفضل الأعمال" یعنی اللہ کے راستے میں جہاد اور اللہ پر ایمان افضل اور سب سے اونچا عمل ہے، تو ایک شخص کھڑے ہوئے اور دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! اگر میں راہ خدا میں شہید ہو جاؤں تو کیا میرے ساری خطائیں معاف کر دی جائیں گی؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا: ہاں! اگر تم شہید کئے گئے اس حال میں کہ تم صبر کرنے والے ہو، اجر کے امیدوار ہو، آگے اقدام کرنے والے ہو، جان بچانے کے لیے

پیچھے بھاگنے والے نہ ہو، پھر دفعتاً آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: تمہارا سوال کیا تھا؟ تو اس شخص نے عرض کیا: اگر میں راہ خدا میں مارا جاؤں تو کیا میرے سارے گناہ بخش دیے جائیں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اگر تم مذکورہ صفات کے ساتھ لڑے اور مرے تو تمہارے سارے گناہ بخش دیے جائیں گے سوائے قرض کے، جبرئیل امین نے ابھی مجھے خبر دی ہے کہ قرض بغیر ادائیگی کے معاف نہیں ہوتا۔

محمد بن جحشؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، دفعتاً آپ ﷺ نے سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا پھر اپنا دست مبارک اپنی پیشانی پر رکھ کر فرمایا:"سبحان اللّٰہ ماذا نزّل من التشدید" یعنی سبحان اللہ کتنی شدت اور سختی نازل کردی گئی؟ محمد بن جحشؓ کہتے ہیں: ہم سب گھبرا گئے لیکن خاموش رہے، اگلی صبح میں نے دریافت کیا اللہ کے رسول یہ کیا سختی ہے جو نازل کی گئی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:"والذي نفسي بیده لو أن رجلا قتل في سبیل اللّٰہ ثم أحیي ثم قتل ثم أحیي ثم قتل وعلیه دین ما دخل الجنة حتی یقضي عنه دینه" یعنی اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر کوئی شخص راہ خدا میں قتل کیا جائے پھر زندہ کیا جائے پھر قتل کیا جائے پھر زندہ کیا جائے پھر قتل کیا جائے درانحالیکہ وہ شخص مقروض ہے تو جب تک قرض ادا نہ کردیا جائے وہ جنت کے داخلے سے محروم رہے گا۔ (رواہ النسائی والطبرانی باسناد صحیح)

حضرت ابوہریرہؓ آں حضرت ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:"نفس المؤمن معلقة بدینه حتی یقضیٰ عنه" یعنی مومن کی جان جنت کے داخلے سے محروم رہتی ہے تا آں کہ اس کا قرض ادا کر دیا جائے۔

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کا انتقال ہوگیا ہم نے اس کو نہلایا، کفنایا اور حنوط ملا اور مقام جبرئیل پر جہاں جنازے رکھے جاتے ہیں اسے لاکر نماز جنازہ کے لیے رکھا آپ ﷺ کو نماز جنارہ پڑھانے کے لیے اطلاع دی آپ ﷺ ہمارے ساتھ

چل کر تشریف لائے آپ ﷺ نے دریافت فرمایا تمہارے ساتھی پر کسی کا قرض ہے، لوگوں نے جواب دیا کہ یہ دو دینار کا مقروض ہے، دفعتاً آپ ﷺ پیچھے ہو گئے تو ہم میں سے ایک شخص نے جن کا نام ابوقتادہ ہے کہا: اے اللہ کے رسول! میت کا دو دینار قرض میں ادا کروں گا، آپ ﷺ نے تاکیداً دریافت فرمایا دو دینار تم پر اور تمہارے مال میں واجب ہے اور میت اس کی ادائیگی سے بری الذمہ ہے؟ ابوقتادہ نے صراحت کی ہاں! تب آپ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی، اس کے بعد آپ ﷺ کی جب بھی ابوقتادہ سے ملاقات ہوتی آپ ﷺ پوچھتے کہ وہ دینار ادا کیے یا نہیں؟ یہاں تک کہ ابوقتادہ نے آپ ﷺ کو خبر دی اے اللہ کے رسول میت کا دو دینار قرض میں نے ادا کر دیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "الآن حين بردت عليه جلده" یعنی اس میت کو اب جا کر سکون ملا۔ (رواہ الحاکم باسناد صحیح واحمد باسناد حسن، والدارقطنی وابوداؤد)

مذکورہ بالا احادیث میں اس بات کی دعوت دی گئی ہے کہ مقدور بھر قرض لینے سے بچا جائے اس بات کی بھی ہدایت کی گئی ہے کہ میت کا قرض جتنی جلد ممکن ہو ادا کر دیا جائے تاکہ وہ جنت کے داخلہ سے محروم نہ رہے، میت کے ولی کو چاہیے کہ قرض دینے والوں سے التماس کرے کہ وہ میت کے قرض کو معاف کر کے اپنے اپنے قرض سے دستبردار ہو جائیں یا میت کو بری الذمہ کر کے ولی کو ادائیگی کا ذمہ دار بنا دیں۔

ابتدائے اسلام میں نبی کریم ﷺ ایسی میت کے نماز جنازہ پڑھنے سے اعراض فرماتے تھے جس پر قرض ہوتا اور ادائیگی کے لیے کوئی ذریعہ بھی نہ چھوڑے ہوتا، ایسا آپ ﷺ اس لیے کرتے تاکہ لوگ قرض کے معاملہ کو ہلکا جان کر سہل انگاری سے کام نہ لیں یا قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول نہ کریں۔ جب اللہ رب العزت نے فتوحات کا دروازہ کھولا تو آپ ﷺ نے اعلان عام فرما دیا: "أنا أولیٰ بالمومنين من أنفسهم فمن توفي وعليه دين فعليّ قضاءه ومن ترك مالا فهو لورثته" یعنی میں تمام اہل ایمان کا ولی ہوں، چنانچہ جو شخص وفات پا جائے اور اس پر قرض ہو تو اس کی ادائیگی میرے اوپر ہے اور جس نے مال

چھوڑا وہ اس کے وارثین کا ہے۔ (رواہ مسلم)

اخروی زندگی میں قرض کی خطرناکی اور سنگینی کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین راہ خدا میں جہاد پر جانے سے پہلے قرض کی ادائیگی وسبک دوشی کے لیے ایک دوسرے کو نصیحت کیا کرتے تھے، حضرت ابوالدرداءؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ مجاہدین کا کارواں رخصت ہوتے وقت ان کی گزرگاہ کے آخری سرے پر کھڑے ہو جاتے اور باآواز بلند ندا لگاتے، لوگوں! ہمارے ساتھ ایسا شخص ہرگز نہ آئے جس کے سر پر قرض ہو اور شہید ہونے کی صورت میں قرض کی ادائیگی کا کوئی بندوبست بھی نہ ہو۔ (رواہ رزین)

● ● ●

قرض کا ایگریمنٹ

برائے حفاظت حقوقِ دائن (یعنی قرض خواہ)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرض کے لیے ہر طرح کی ضمانت اور گارنٹی پیپر تیار کرنے کا حکم فرمایا ہے، تاکہ قرض دینے والے کا دل مطمئن ہو جائے اور مستقبل میں اس کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں اندیشے ختم ہو جائیں۔

ضمانت اور گارنٹی پیپر کی یہ تمام مطلوبہ تفصیلات سورہ بقرہ کی ایک آیت میں بیان کی گئی ہے اس آیت میں قرض لیتے دیتے وقت گارنٹی پیپر بنانے اور گواہ مقرر کرنے کا حکم دیا گیا ہے خواہ معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا، معاً بعد دوسری آیت میں کہا گیا ہے کہ اگر گارنٹی پیپر بنانا اور گواہ مقرر کرنا کسی مجبوری سے ممکن نہ ہو تو زرِضمانت یا کوئی چیز بطور ضمانت گروی رکھ لی جائے تاکہ قرض لینے والا جب قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرے تو ضمانت رکھی گئی چیز سے قرض کی تلافی اور بھرپائی کی جا سکے۔

اللہ رب العزت نے قرض کے معاملات میں دستاویز لکھنے اور گواہیاں لینے کے بارے میں ایک طویل مفصل آیت نازل فرمائی جس کی ابتدا "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰی اَجَلٍ مُسَمًّی فَاکْتُبُوْہُ" سے ہوتی ہے اور انتہا "وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَیُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ" پر ہوتی ہے۔

تفسیر سراج منیر میں لکھا ہے: آیات قرآن عموماً مختصر ہیں لیکن آیت دَین نہایت مفصل ہے اور ایک ہی بات کو مختلف پیرائے میں ذہن نشین کرانے کی کوشش کی گئی ہے، ذیل میں چند جملے بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے: "اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ

اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْہُ"، یعنی جب کسی مقرر مدت کے لیے آپس میں لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو، اسی بات کو دوبارہ کہا: "وَلْیَکْتُبْ بَّیْنَکُمْ کَاتِبٌ بِالْعَدْلِ" یعنی فریقین کے درمیان انصاف کے ساتھ ایک شخص دستاویز تحریر کرے، اسی بات کو سہ بارہ ارشاد فرمایا: "وَلَا یَأْبَ کَاتِبٌ اَنْ یَّکْتُبَ کَمَا عَلَّمَہُ اللّٰہُ" یعنی جسے اللہ نے لکھنے پڑھنے کی قابلیت بخشی ہو اسے لکھنے سے انکار نہ کرنا چاہیے، چوتھی مرتبہ بھی اسی بات کی تاکید کی گئی "فَلْیَکْتُبْ" یعنی اسے ضرور لکھنا چاہیے، پانچویں بار ارشاد ہے: "وَلْیُمْلِلِ الَّذِیْ عَلَیْہِ الْحَقُّ" یعنی املاوہ شخص کرائے جس پر حق آتا ہے یعنی قرض لینے والا، چھٹی بار فرمایا: "وَلْیَتَّقِ اللّٰہَ رَبَّہٗ" یعنی اسے اپنے رب اللہ سے ڈرنا چاہیے کہ جو معاملہ طے ہوا ہو اس میں کوئی کمی بیشی نہ کرے، ساتویں بار فرمایا: "وَلَا یَبْخَسْ مِنْہُ شَیْئًا" یعنی جو معاملہ طے پائے اس میں کوئی کمی بیشی نہ کرے، آٹھویں بار فرمایا: "وَلَا تَسْئَمُوْا اَنْ تَکْتُبُوْہُ صَغِیْرًا اَوْ کَبِیْرًا اِلٰی اَجَلِہٖ" یعنی معاملہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا میعاد کی تعین کے ساتھ اس کی دستاویز لکھوا لینے میں تساہل نہ کرو، نویں مرتبہ فرمایا: "ذٰلِکُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰہِ وَاَقْوَمُ لِلشَّھَادَۃِ وَاَدْنٰی اَلَّا تَرْتَابُوْا" یعنی اللہ کے نزدیک یہ طریقہ تمہارے لیے زیادہ مبنی برانصاف ہے، اس سے شہادت قائم ہونے میں زیادہ سہولت ہوتی ہے، اور تمہارے شکوک وشبہات میں مبتلا ہونے کا امکان کم رہ جاتا ہے۔ لین دین کے دستاویز تیار کرنے کی تاکید مبالغہ کی حد تک بار بار صرف اس لیے کی گئی ہے تا کہ حلال کی کمائی ضائع ہونے سے محفوظ ہو جائے اور انسان راہ خدا میں مال خرچ کر کے سود اور ناجائز لین دین سے بچ جائے اور تقویٰ و پرہیز گاری کی زندگی اختیار کر سکے۔

بلاشبہ لین دین کے معاملات کو لکھنے اور اس پر گواہ مقرر کرنے سے جھگڑا وفساد کے اسباب ختم ہو جاتے ہیں قرض لے کر بھولنے کا امکان جاتا رہتا ہے، انکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

رھن: رہن کے ذریعہ قرض کی ضمانت لینے کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے: "وَاِنْ کُنْتُمْ عَلٰی سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا کَاتِبًا فَرِھٰنٌ مَّقْبُوْضَۃٌ، فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُکُمْ بَعْضًا

فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهُ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَاِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ". (سورہ بقرہ)

یعنی اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور دستاویز لکھنے کے لیے کوئی کاتب نہ ملے تو رہن بالقبض پر معاملہ کرو، اگر تم میں سے کوئی شخص دوسرے پر بھروسہ کر کے اس کے ساتھ کوئی معاملہ کرے تو جس پر بھروسہ کیا گیا ہے اسے چاہیے کہ امانت ادا کرے اور اپنے رب اللہ سے ڈرے، اور گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو اسے چھپالے گا وہ گنہگار دل والا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اسے اللہ خوب جانتا ہے۔

قرض کی ضمانت رہن کے ذریعہ صرف سفر کی حالت میں مشروع نہیں ہے بلکہ سنت نبویؐ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حالت اقامت میں بھی لین دین کا معاملہ ہو تو بطور ضمانت وگارنٹی کوئی چیز گروی رکھی جاسکتی ہے، چناں چہ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ آں حضرت ﷺ نے ایک یہودی سے غلہ ادھار لیا اور بطور ضمانت لوہے کی ایک زرہ گروی رکھا۔ (رواہ البخاری)

یہودی سے قرض لینے اور اصحاب ثروت صحابہ کرام مثلاً حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے قرض نہ لینے کی حکمت نبی ﷺ کی نگاہوں میں یہ تھی کہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ جاں نثار صحابہؓ سے قرض لینے کی صورت میں وہ واپسی کا مطالبہ ہرگز نہ کریں گے جب کہ یہودی اپنے حق کا مطالبہ ضرور کرے گا۔

اس حدیث سے یہ بھی اخذ کیا گیا کہ اہل ذمہ یعنی یہود و نصاریٰ سے لین دین اور قرض وغیرہ کا معاملہ کرنا جائز ہے، یہ مسئلہ بھی اخذ کیا گیا ہے کہ ایسے شخص سے معاملہ کرنا جائز ہے جس کے مال میں حلال وحرام دونوں کی آمیزش ہو اور حرام کا حلال سے جدا کرنا ناممکن ہو، جیسا کہ نبی ﷺ نے یہودی سے معاملہ فرمایا حالاں کہ یہ بات معروف تھی کہ یہودی شراب کی قیمت کو حلال جانتے ہیں اور سودی کاروبار کو جائز سمجھتے ہیں۔

(البیان فی فقہ الامام الشافعی للعمرانی ۶/۴-۵)

دَین کی گارنٹی کے ذرائع میں سے ضامن (گارنٹر) بھی ہوتا ہے، مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص کے قرض کی ادائیگی کا بار اپنے ذمہ لے لے، اس مسئلہ کی بنیاد بھی کتاب وسنت اور اجماع پر ہے، فرمان خداوندی ہے: "وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَّأَنَا بِهِ زَعِيمٌ" (سورہ یوسف) زعیم: کفیل، ضامن اور گارنٹر کو کہتے ہیں۔

ابوامامہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرماتے ہوئے سنا: "العارية مؤداة والزعيم غارم والدين مقضي" (رواہ الترمذی وابوداؤد وابن حبان) یعنی عاریت پر لی ہوئی چیز کی واپسی ضروری ہے اور گارنٹر ادائیگی کا ذمہ دار ہے اور قرض کی ادائیگی لازمی ہے۔

قرض کی ادائیگی کی سب سے بڑی گارنٹی اسلام نے یہ دی ہے کہ مرنے کے بعد ترکہ سے سب سے پہلے قرض کی ادائیگی کو لازمی قرار دیا اس کے بعد وصیت کا نفاذ ہوگا اس کے بعد جو بچتا ہے وہ وارثین میں تقسیم ہوگا۔

یہ بھی واضح رہے کہ آیت میراث میں وصیت اور میراث کے احکام بیان کرنے سے پہلے قرض کی ادائیگی کا حکم کئی بار دیا گیا ہے تاکہ یہ بات کھل کر سامنے آجائے کہ قرض کا معاملہ آسان اور سہل نہیں ہے بلکہ نہایت سنگین ہے، ارشاد خداوندی ہے: "مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصِىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ" (سورہ نساء:۱۱) اس پر شاہد عدل ہے۔

صحیح بخاری میں ہے: "و يذكر أن النبي ﷺ قضى بالدين قبل الوصية" یعنی نبی ﷺ نے وصیت سے پہلے قرض کی ادائیگی کا حکم فرمایا ہے، آیت میراث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ میراث کی تقسیم اور وصیت کا نفاذ قرض کی ادائیگی کے بعد ہی ہوگا۔

قرض لینے اور ادا کرنے کے بارے میں ضروری ہدایات:

اسلام نے قرض کی ادائیگی کی اہمیت کو بڑی شدومد کے ساتھ اجاگر کیا ہے، قرض لینے والے کو ادائیگی کے وقت حقّ واجب سے زیادہ اور بہتر ادا کرنے پر ابھارا ہے، ذیل

میں ادائیگی کے چند آداب اور اخلاقی ضابطے بیان کیے جارہے ہیں۔

۱۔ ادائیگی کے لیے قرض لینے والا خود چل کر قرض دینے والے کے پاس جائے تقاضے کے لیے اس کو زحمت نہ دے۔

۲۔ قرض کی ادائیگی پر قدرت ہوتے ہی بلا تاخیر فوراً ادا کردے اگر چہ وقت مقررہ سے پہلے ہی ہو۔

۳۔ قرض دینے والے کا ممنون و مشکور ہو یعنی زبان سے شکر ادا کرے اور عمل سے بھی۔

۴۔ ادائیگی کے وقت اچھا اور اپنی طرف سے کچھ زیادہ ادا کرے چوں کہ یہ زیادتی کسی شرط اور معاہدہ کی بنا پر نہیں ہوتی اس لیے رِبا، سود اور ممنوع نہیں ہے بلکہ تبرع، احسان، سلوک، مکارم اخلاق اور سنت ہے، بہر حال وہ زیادتی جو کسی شرط یا معاہدہ کی بنیاد پر ہو یعنی اصل قرض ایک روپیہ ہے لیکن معاہدہ یہ کیا گیا ہو کہ واپسی کے وقت دو روپیہ دینا ہوگا، تو یہ حقیقی سود ہے اور حرام ہے قرآن کریم میں اس کے خلاف اعلان جنگ اور بربادی کی وعید سنائی گئی ہے۔

آں حضرت ﷺ نے قرض کی ادائیگی پر بہت زور دیا ہے، چناں چہ ارشاد نبویؐ ہے: "من أخذ أموال الناس يريد أداء ها أدى الله عنه، ومن أخذ يريد أتلافها أتلفه الله" (رواہ البخاری) یعنی جو آدمی لوگوں کا مال ادھار لے اور اس کی نیت اور ارادہ ادا کرنے کا ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے ادا کرادے گا، اور جو کوئی کسی سے ادھار لے اور اس کا ارادہ ہی مار لینے کا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو تلف اور ضائع کرادے گا۔

مطلب یہ ہے کہ جو بندہ صحیح ضرورت و حاجت یا کسی نیک کام کے لیے قرض لے اور وہ اس کی ادائیگی کی نیت اور فکر رکھتا ہو تو قرضہ ادا ہونے تک اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت اور مدد اس کے ساتھ رہے گی یعنی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرمائے گا اور اگر زندگی میں ادا نہ کرسکا تو آخرت میں اس کی طرف سے ادا فرما کر سبکدوش فرمادے گا۔

اور جو بندہ بلاضرورت وحاجت قرض لے اور اس کی نیت ادائیگی کی نہ ہو نہ ہی ادائیگی کی فکر کرتا ہو تو ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ نہ اس کی مدد فرمائیں گے نہ اس کے رزق میں برکت وکشادگی پیدا فرمائیں گے بلکہ اس کے مال کو ضائع فرمادیں گے جیسا کہ اس نے دوسرے مسلمان کا مال ادھار لے کر ضائع کردیا۔

اور جو بندہ قرض لے کر اس کے خطرناک انجام کی پرواہ نہیں کرتا، نہ ہی قرض کی ادائیگی کا اہتمام کرتا ہے تو حضورؐ نے فرمایا ایسا شخص قیامت میں چور بنا کر اللہ کے روبرو پیش کیا جائے گا، چناں چہ ارشاد نبویؐ ہے: "أيما رجل يدين دينار وهو مجمع أن لا يوفيه إياه لقي الله سارقاً". (رواہ ابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان، حسن بشواہدہ)

اور جو بندہ قرض کی ادائیگی پر قادر ہو، اسباب ووسائل بھی مہیا ہوں، پھر بھی وہ ادائیگی میں ٹال مٹول کرے تو ایسا شخص ظالم ہے، آپ ﷺ نے ایسے شخص کو سخت ڈانٹ پلائی ہے، فرماتے ہیں: "مطل الغني ظلم، فإذا أتبع أحدكم على مليء فليتبع" (رواہ البخاری ومسلم)

مطلب یہ ہے کہ قرض کی ادائیگی پر قدرت بھی ہے، مال واسباب بھی مہیا ہیں، ایسا شخص پھر بھی ٹال مٹول کرے تو یہ سراسر ظلم ہے، حدیث کے دسرے حصہ کا مطلب یہ ہے کہ ادائیگی پر قدرت نہ ہونے یا کسی اور مصلحت کی بنا پر قرض لینے والا قرض کی ادائیگی کا بار کسی دوسرے شخص پر ڈالے اور ذمہ دار بنائے تو قرض دینے والے کو قبول کرنا چاہیے، اور اس معاملہ پر راضی ہوجانا چاہیے مثلاً: آپ نے کسی شخص کو قرض دیا وقت مقرر پر آپ نے اپنا قرض مانگا تو قرض دار نے قرض کی ادائیگی کا معاملہ اپنے کسی دوست یا تجارتی پارٹنر یا کاروباری شریک کے ذمہ کردیا تاکہ وہ آپ کا قرض ادا کرے، اس معاملہ اور ڈیل کو ''حوالہ'' کہا جاتا ہے اور ایسا کرنا شخصی اور پبلک ضرورتوں کے تحت جائز ہے۔

حضرت عمرو بن شرید نبی ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: "لي الواجد يحل عرضه وعقوبته". (رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ واحمد والحاکم باسناد صحیح)

یعنی صاحب استطاعت مال دار آدمی کا قرض کی ادائیگی میں آنا کانی کرنا اس کی آبرو اور اس کی سزا کو مباح کر دیتا ہے، مذکورہ صورت میں ایسے شخص کا ذکر برے الفاظ سے کرنا جائز ہے، حاکم کے حکم سے اس کو قید کرنا بھی درست ہے، عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں "یحل عرضه" کا مطلب ہے کہ اس سے سخت کلامی سے پیش آیا جائے گا اور اس کو قید کیا جائے گا۔ (سنن ابی داؤد)

سنت نبوی یہ بھی ہے کہ قرض واپس کرتے وقت اچھا اور زیادہ دیا جائے، قرض دینے والا اگر سخت کلامی کرے تو اسے خندہ پیشانی سے برداشت کیا جائے، حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے قرض کا تقاضہ کیا اور سخت کلامی کی تو آپ ﷺ کے صحابہ کرام نے اس شخص کے ساتھ سختی سے پیش آنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"دعوه فإن لصاحب الحق مقالاً واشتروا له بعيرا فأعطوه إياه". (رواہ البخاری ومسلم)

یعنی اس کو چھوڑ دو کچھ نہ کہو کیوں کہ صاحب حق کو کہنے کا حق ہے اور اس کا قرض ادا کرنے کے لیے ایک اونٹ خرید لاؤ اور اس کو دے دو، انہوں نے واپس آکر کہا اس شخص کا اونٹ جس حیثیت کا تھا اس سے اچھا اور اس سے زیادہ عمر کا اونٹ مل رہا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا وہی خرید لاؤ اور اس کو وہی دے دو کیوں کہ وہ آدمی زیادہ اچھا ہے جو بہتر اور برتر ادا کرے۔

سنت نبوی یہ بھی ہے کہ قرض دینے والے کا شکریہ ادا کیا جائے اور اس کو دعا دی جائے، حدیث میں ہے کہ آں حضرت ﷺ نے غزوہ حنین کے موقع پر اپنے ساتھیوں میں سے حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہ سے تیس یا چالیس ہزار قرض لیا، جب آپ ﷺ کے پاس سرمایہ آ گیا تو آپ ﷺ نے وہ قرض ادا فرما دیا پھر انہیں آپ ﷺ نے دعائیں دی "بارك الله لك في أهلك ومالك إنما جزاء السلف الوفاء والحمد". (رواہ ابن ماجہ والنسائی باسناد حسن)

●●●

قرض وصول کرنے کے آداب

صاحب حق یعنی قرض دینے والے کو اسلام نے قرض کے مطالبے اور وصول یابی کے بارے میں فراخ، نرم اور لچک دار رویہ اپنانے کو کہا ہے، قرض دار کے احوال کو مدنظر رکھتے ہوئے صاحب حق کو ترغیب دی گئی ہے کہ قرض دار کو مہلت دی جائے، فوراً ادائیگی پر اصرار نہ کیا جائے، تنگ دستی کی صورت میں کچھ یا سب قرض معاف کر دیا جائے، بہتر سے بہتر طریقے سے وصولنے کی کوشش کی جائے۔

یقیناً اللہ تعالیٰ اپنی رحمت خاص سے ایسے قرض دینے والے بندے کی سیئات سے درگزر فرمائیں گے اس کے گناہوں کے بوجھ کو ہلکا فرمائیں گے قیامت کی سختی اور ہولناکی سے نجات عطا فرمائیں گے اور اپنے عرش کا سایہ نصیب کریں گے جس دن عرش کے سوا کوئی سہارا نہ ہوگا، جس نے تنگ دست قرض دار کو مہلت دی ہوگی، کچھ یا سارا قرض معاف کر کے قرض دار کو غموں، مصیبتوں اور فکروں کے دلدل سے نکالا ہوگا، قرض کے بوجھ تلے سسکتی جاں بلب زندگی لٹا کر خوشیاں بکھیرنے کی کوشش کی ہوگی۔

تنگ دست، بدحال قرض دار کو مہلت دینے اور قرض کا کچھ حصہ یا سارا قرض معاف کر دینے کی قرآن وحدیث میں ترغیب دی گئی ہے اور اس کو نیکی کا عمل بتلایا گیا ہے، اس سلسلہ کی آیات قرآنیہ اور حضور ﷺ کے چند ارشادات ذیل میں پڑھیے، ارشاد خداوندی ہے: "وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ". (سورہ بقرہ)

حضرت جابر بن عبداللہ ارشاد نبوی نقل کرتے ہیں: "رحم اللّٰه رجلا سمحا

إذا باع، وإذا اشترى وإذا اقتضىٰ". (رواہ البخاری)

یعنی اللہ کی رحمت اس بندے پر جو بیچنے میں خریدنے میں اور اپنے حق کا تقاضہ کرنے اور وصول کرنے میں نرم اور فراخ دل ہو۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ دونوں حضور ﷺ کا بیان نقل کرتے ہیں: ''جو شخص اپنا حق طلب کرے تو نرمی اور فیاضی سے کام لے۔'' (رواہ الترمذی وابن ماجہ وابن حبان والحاکم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک آدمی تھا جو لوگوں کو قرض ادھار دیا کرتا تھا تو جب تقاضے کے لیے اپنے غلام کو بھیجتا تو غلام کو ہدایت کردیتا کہ جب قرضہ وصول کرنے کے لیے کسی غریب مفلس کے پاس جاؤ تو اس سے درگزر کی جیو، شاید اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہم سے درگزر فرمائے اور معاف فرمادے، یہ بیان فرما کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پھر جب مرنے کے بعد وہ بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف فرمادیا۔ (متفق علیہ)

حضرت عبداللہ ابن ابوقتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ ابوقتادہ کا کسی پر قرض تھا، ابوقتادہ مطالبہ کے لیے ڈھونڈتے تو وہ چھپ جاتا، ایک مرتبہ پالیا تو کہنے لگا میں غریب تنگ دست ہوں، ابوقتادہ نے پوچھا بخدا سچ کہہ رہے ہو؟ اس نے حلفیہ کہا سچ کہہ رہا ہوں، ابوقتادہ کہنے لگے میں نے نبی ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی تکلیفوں اور پریشانیوں سے اس کو نجات دے تو اسے چاہیے کہ وہ تنگ دست کو مہلت دے، کل قرض یا بعض قرض معاف کردے۔ (رواہ مسلم)

عبادہ بن ولید بن عبادہ بن صامتؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے والد انصار کے ایک محلّہ میں علم حاصل کرنے کی غرض سے نکلے سب سے پہلے جن سے ہماری ملاقات ہوئی وہ صحابی رسول ابوالیسرؓ تھے، ان کے ساتھ ان کا غلام تھا، غلام کے ساتھ رجسٹر (بہی کھاتہ) کا ایک بنڈل تھا، ابوالیسر اور ان کا غلام دونوں کالی کملی اور چادر

اوڑھے ہوئے تھے، میرے والد نے ابوالیسرؓ سے دریافت کیا؟ چچا جان! آپ کے چہرے پر غصہ کے آثار دیکھ رہا ہوں تو ابوالیسر نے جواب دیا! بالکل ٹھیک کہا، وجہ اس غصہ کی یہ ہے کہ فلاں نالائق شخص پر میرا ادھار تھا، میں تقاضے کے لیے اس کے گھر گیا، سلام کیا اور پوچھا کہ فلاں شخص گھر پر ہے؟ گھر والوں نے جواب دیا نہیں ہے۔ اچانک اس شخص کا بیٹا جس کا نام جعفر ہے باہر آیا، میں نے اس سے دریافت کیا تمہارے ابو کہاں ہیں؟ لڑکے نے بتایا کہ ابو نے آپ کی آواز سن لی اور امی کے بستر میں چھپ گئے ہیں، تب میں نے آواز لگائی چل باہر نکل۔ میں جان گیا ہوں تم کہاں چھپے بیٹھے ہو، چناں چہ وہ باہر نکلا، میں نے چھپنے کی وجہ دریافت کی کہنے لگا بخدا میں سچ سچ بتاتا ہوں، وجہ یہ تھی کہ بخدا مجھے اندیشہ تھا کہ بولوں تو جھوٹ نہ بول جاؤں اور وعدہ کروں تو وعدہ خلافی نہ کر جاؤں، اس لیے کہ میں صحابی رسول ہوں اور بخدا میں بدحال تنگ دست ہوں، میں نے ان سے تین بار قسم لیا اور انہوں نے تین بار قسم کھا کر بیان دیا کہ میں تنگ دست ہوں، ابوالیسر کہتے ہیں کہ ان کا بہی کھاتا نکالا اور ان کے ادھار کا حساب اپنے ہاتھوں سے مٹا دیا اور کہا کہ اگر تم مال پالو تو ادھار دینا بصورت دیگر تم آزاد ہو کوئی مطالبہ نہیں تم سے اس لیے کہ میری آنکھیں شاہد ہیں، کانوں نے سنا ہے اور دل نے فرمان رسول کو یاد رکھا ہے، آپ ﷺ فرماتے تھے: "من انظر معسراً أو وضع عنه أظله الله في ظله". (رواہ مسلم)

یعنی جس بندے نے کسی تنگ دست قرض دار کو مہلت دی یا کل قرض یا بعض قرض معاف کردیا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے سایہ رحمت میں لے لیں گے۔

عبداللہ بن کعب بن مالکؓ اپنے والد کعبؓ بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک قرض دار ابن ابی حدرد سے مسجد نبویؐ میں تقاضہ کرنے لگے، دونوں کی آواز بلند ہوگئی، نبی ﷺ حجرۂ مبارکہ میں تشریف فرما تھے آواز سن کر باہر تشریف لائے اور حجرہ کا پردہ اٹھا کر کعب بن مالکؓ کو آواز دی، اے کعب بن مالک! اے کعب! حضرت کعبؓ نے

جواب دیا حاضر ہوں اے اللہ کے رسول! تو آپؐ نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا کہ آدھا معاف کردو حضرت کعب نے کہا کہ میں نے معاف کردیا اے اللہ کے رسول۔تو آپؐ نے ابن ابی حدرد سے فرمایا کہ جاؤ اور بقیہ قرض ادا کرو۔

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرض کے معاملے کو سلجھانے، اختلاف، نزاع اور جھگڑا وغیرہ معاملات کو ختم کرنے کے لیے ثالثی اور حکم کا کردار ادا کرنا جائز اور مشروع ہے۔

اسی طرح یہ بات بھی عیاں ہوتی ہے کہ آسانی اور سہولت اور قرض کے بوجھ کو ہلکا کرنے کے لیے قرض دار کا پورا یا کچھ قرض معاف کردینا افضل اور کار ثواب ہے۔

قرض لینے اور اس کی ادائیگی کا ایک دلچسپ قصہ:

اس موقع پر قرض لینے اور اس کی ادائیگی کی ایک عجیب وغریب حکایت درج کر رہا ہوں، اس قصہ سے اندازہ ہوگا کہ جو بندہ اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے اور اللہ ہی کو کفیل وکارساز اور گواہ جانتا ہے تو ایسے بندے کو اللہ کبھی ناکام ونامراد نہیں فرماتے۔

حضرت ابوہریرہؓ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے بنی اسرائیل کے ایک فرد کا ذکر فرمایا جس نے کسی دوسرے فرد سے ایک ہزار دینار قرض مانگا، قرض دینے والے نے کہا کہ کسی کو لاؤ کہ گواہ مقرر کرلیں، تو قرض لینے والے نے کہا کہ اللہ کی گواہی کافی ہے، تو قرض دینے والے نے کہا کہ کسی کو کفیل یعنی گارنٹر بنالیں تو قرض مانگنے والے نے کہا کہ اللہ کی ضمانت وکفالت کافی ہے، قرض دینے والے نے کہا کہ بھائی تو نے سچ کہا، چنانچہ ایک مدت طے کرکے اسے قرض دے دیا، قرض لینے والا قرض لے کر ایک سمندری سفر پر روانہ ہوگیا، سفر کا مقصد پورا ہونے پر واپسی کے لیے اس نے کشتی تلاش کی تاکہ قرض کی ادائیگی کی مدت پوری ہونے سے پہلے وہ واپس ہوسکے، لیکن اسے کشتی نہ ملی، چناں چہ اس نے ایک لکڑی لی اس کو کھودا اس میں ایک ہزار دینار اور اپنی طرف سے ایک

پرچہ قرض دینے والے کے نام لکھ کر رکھ دیا، پھر لکڑی کا کھودا ہوا حصہ برابر کیا پھر سمندر کے قریب آیا اور کہا کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لیا تھا اس نے ضمانت طلب کی تو میں نے کہا کہ اللہ کی ضمانت وکفالت کافی ہے۔ اس پر وہ راضی ہوگیا، اس نے مجھ سے گواہ طلب کیا تو میں نے اس سے کہا کہ اللہ بطور گواہ کافی ہے اس پر بھی وہ راضی ہوگیا۔ میں نے کشتی حاصل کرنے کے لیے بہت کوشش کی تاکہ اس کا حق مال اس تک پہنچا سکوں لیکن میں ایسا نہیں کرسکا اس لیے اس کے مال کا امین ونگہبان تجھی کو مانتا ہوں، یہ کہہ کر اس نے وہ لکڑی سمندر میں پھینک دی اور لوٹ گیا، تاہم وہ کشتی تلاش کرتا رہا تاکہ وہ اپنے شہر واپس ہوسکے، اسی بیچ قرض دینے والا شخص یہ معائنہ کرنے سمندر کی طرف نکلا کہ شاید کوئی کشتی اس کا مال لے کر آئی ہو، اچانک اس کی نگاہ اس لکڑی پر پڑی جس میں مال تھا، چناں چہ وہ عام جلاون کی لکڑی جان کر اسے گھر لے آیا تاکہ کھانا پکانے کے کام آئے، جب اس کو پھاڑا تو اس میں مال اور اس کے نام لکھا ہوا پرچہ پایا، کچھ عرصہ بعد قرض لینے والا واپس آگیا اور ایک ہزار دینار لے کر قرض دینے والے کے پاس حاضر ہوا اور معذرت کرنے لگا کہ بخدا میں برابر کشتی، سواری تلاش کرتا رہا تاکہ آپ کا مال وقت پر آپ تک پہنچا سکوں لیکن ایسا ممکن نہ ہوسکا، اس لیے تاخیر ہوگئی، قرض دینے والے نے دریافت کیا کہ کیا تم نے میرے پاس کچھ نہیں بھیجا، قرض لینے والے نے پھر وہی بات دہرائی کہ سواری نہ مل سکنے کی وجہ سے تاخیر ہوگئی، تب قرض دینے والے نے بتایا کہ اللہ نے تمہاری امانت مجھ تک پہنچادی ہے جو تم نے لکڑی کے ذریعہ بھیجا تھا، لہٰذا یہ ایک ہزار دینار لیجیے اور تشریف لے جایئے۔ (رواہ البخاری)

اس قصہ میں غور کریں گے قرض دینے والا اور قرض لینے والا دونوں کس قدر مخلص، سچے اور پرہیزگار ہیں خصوصاً مجبوری کا شکار قرض لینے والا۔

اس پر بھی غور فرمائیں کہ جو شخص اللہ کو کسی چیز کا محافظ ونگہبان بناتا ہے تو اللہ اس کی

حفاظت فرماتے ہیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے حضور ﷺ کا ارشاد مروی ہے: "إن لقمان الحكيم كان يقول: إن الله إذ استودع شيئاً حفظه". (رواہ احمد والبیہقی فی الشعب باسناد صحیح) یعنی لقمان حکیم فرمایا کرتے تھے کہ جب کسی چیز کو اللہ کے سپرد کردیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔

فوری ادائیگی کے عوض قرض کا کچھ حصہ معاف کر دینا:

قرض کے احکام میں سے یہ بھی ہے کہ طے شدہ وقت سے پہلے ادائیگی کے عوض قرض کا کچھ حصہ معاف کر دیا جائے مثلاً قرض دینے والا قرض لینے والے سے کہے کہ وقت سے پہلے بقیہ قرض ادا کرنے کے عوض میں آپ سے قرض کا کچھ حصہ کم کر دوں گا۔

امام ابن رشدؒ فرماتے ہیں کہ "ضع و تعجل" (معاف کرو فوری پاؤ) کا اصول مختلف فیہ ہے، بعض نے اجازت دی ہے، بعض عدم جواز کے قائل ہیں، چنانچہ صحابہ میں سے حضرت ابن عباسؓ اور فقہاء میں سے امام زفرؒ اس کے جواز کے قائل ہیں، جب کہ صحابہ کی ایک جماعت بشمول حضرت ابن عمرؓ اور امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، سفیان ثوریؒ اور دیگر فقہاء اس کے عدم جواز کے قائل ہیں، امام شافعیؒ کے اس میں دو اقوال ہیں، جواز کا بھی، عدم جواز کا بھی۔

عدم جواز کے قائلین کی دلیل یہ ہے کہ "ضع و تعجل" قرض کا کچھ حصہ معاف کرو اور فوری پاؤ) کا اصول اس اضافہ کے مشابہ ہے جو قرض دار کو مہلت دینے کے عوض میں کیا جاتا ہے اور جس کا حرام ہونا اجماعی و قطعی ہے، مہلت دینے کے عوض مقدار قرض میں اضافہ اور طے شدہ وقت سے پہلے ادائیگی کے عوض قرض میں کمی ان دونوں کے درمیان مشابہت اور یکسانیت کی وجہ یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں، زمانہ، یعنی قرض کی ادائیگی کے لیے طے شدہ وقت میں تاخیر یا تعجیل کو ہی مقدار قرض میں کمی یا زیادتی کا عوض اور بدل مانا گیا ہے، قرض دار کو طے شدہ وقت میں تاخیر کی مہلت دی گئی، اس کے عوض

مقدار قرض میں اضافہ کردیا گیا، قرض دار کو طے شدہ وقت سے پہلے ادا کرنے کو کہا گیا، اس کے عوض مقدار قرض میں کمی کردی گئی اور یہ دونوں شکلیں نادرست و ناجائز ہیں، مثلاً زید نے بکر سے سو روپیہ ادھار لیا، طے پایا کہ دو مہینے بعد قرض کی واپسی ہوگی، طے شدہ وقت پورا ہونے پر زید ادھار واپس نہ کرسکا، اب بکر زید سے کہتا ہے کہ میں دو مہینے کی مزید مہلت دیتا ہوں لیکن سو کے بجائے دو سولوں گا، مہلت کے بدلے مقدار قرض میں اضافہ کی یہ شکل ناجائز ہے، اسی طرح بکر زید سے یہ کہتا ہے کہ طے شدہ وقت سے پہلے ادائیگی کے عوض مقدار قرض میں کمی کرسکتے ہو تو یہ شکل بھی ناجائز ہے۔

"ضع و تعجل" (قرض کا کچھ حصہ معاف کرواور فوری پاؤ) کے جواز کے قائلین کی دلیل حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں قبیلہ بنی نضیر کے جلاوطنی کا فیصلہ صادر فرمایا تو بنی نضیر کے کچھ افراد نبی ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا اے اللہ کے نبی! آپ نے ہماری جلاوطنی کا حکم صادر فرمادیا ہے، حالاں کہ لوگوں پر ہمارا ادھار باقی ہے جس کی واپسی کا وقت ابھی پورا نہیں ہوا ہے، تو آپؐ نے فرمایا: "ضعوا و تعجلوا" [رواه الدارقطني وفي اسناده من هو سئ الحفظ، بداية المجتهد ونهاية المقتصد] یعنی قرض کا کچھ حصہ معاف کرواور اس کے عوض وقت سے پہلے واپس لے کر معاملہ صاف کرو۔

● ● ●

قرض کا پیمنٹ

افراط وتفریط زر کی روشنی میں

قرض کا لین دین سونے چاندی کے سکوں یا کرنسیوں کی شکل میں گن کر سکوں کی نوعیت (کھرا، کھوٹا، کویتی، بحرینی وغیرہ) طے کر کے کیا گیا ہو اور قرض واپسی کے وقت ان سکوں کی قدر و قیمت میں فرق آجائے یعنی قیمت بڑھ جائے یا گھٹ جائے تو اس صورت میں کمی بیشی کی بھرپائی اور تلافی قرض لینے والے کے ذمہ لازم نہیں ہے، اس لیے کہ سونے چاندی کے سکے بذات خود خلقی طور سے نقدی اور کرنسی ہیں، ان کی قدر و قیمت کی کمی بیشی سے اصل قرض میں کوئی فرق نہ آئے گا، یعنی سونے یا چاندی کے سکے کا لین دین ہوا، قرض لیتے وقت بازار بھاؤ گرم تھا، قرض کی ادائیگی کے وقت نرم پڑ گیا تو قرض لینے والے سے کمی کی تلافی نہیں کرائی جائے گی بلکہ جتنا لیا تھا اتنا ہی واپس کرے گا۔

مرشد الحیر ان میں لکھا ہے کہ ''اگر ہی دین کا معاملہ ناپی یا تولی جانے والی چیزوں یا سونے چاندی کے سکوں کی شکل میں کیا گیا ہو بعد میں مذکورہ اشیاء کا بازار بھاؤ گر جائے یا چڑھ جائے تو اس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا، بلکہ جتنا لیا ہے اتنا ہی واپس کرے گا۔

[انظر الموسوعة الفقهية الكويتية]

اگر قرض کا لین دین عرفی، مروج کرنسی یعنی کاغذ کے نوٹ کی شکل میں کیا گیا ہو اور بازار میں اتار چڑھاؤ کے تحت سونے چاندی (جو کرنسی اور نوٹوں کی اصل اور معیار ہیں) کے ریٹ بھاؤ میں کمی بیشی کے تحت کاغذ کے نوٹوں کے بھاؤ، ریٹ میں بھی فرق

آجائے تو اس صورت میں قرض کی ادائیگی کس ریٹ سے ہوگی، قرض لیتے وقت کے ریٹ سے یا قرض کی ادائیگی کے وقت کے بھاؤ سے اس سلسلہ میں فقہاء کے تین اقوال اور تین الگ الگ رائے ہیں۔

پہلا قول: احناف، شافعیہ، حنابلہ اور مالکیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ قرض لینے والے پر بغیر کمی بیشی کے جتنا لیا ہے اتنا ہی واپس کرنا ضروری ہے۔

دوسرا قول: امام ابو یوسف: کا ہے اور احناف کے یہاں اسی پر فتویٰ ہے ''قرض لینے والا واپسی کے وقت اس دن کے ریٹ کے حساب سے واپسی کرے گا جس دن معاملہ طے پایا ہے اور اس کے ذمہ اس کا لزوم ہوا ہے، چناں چہ خرید وفروخت میں ڈیل کے دن کی قیمت سے ادائیگی ہوگی اور قرض میں قبضہ کے دن کے بھاؤ سے ادائیگی ہوگی یعنی امام ابو یوسفؒ کا مذہب یہ ہے کہ ادائیگی سے پہلے نقد کرنسی کی قیمت بڑھ گئی یا کم ہوگئی تو ادائیگی اصل قیمت کے اعتبار سے ہوگی۔

تیسرا قول: مالکیہ کا ایک قول یہ ہے کہ ادائیگی کے وقت کرنسی ریٹ میں بہت زیادہ فرق آجائے تو ادائیگی حالیہ قدر و قیمت کے اعتبار سے ہوگی، اگر معمولی فرق ہو تو جتنا لیا ہے اتنا ہی ادا کرنا لازم ہے۔[الموسوعة الفقهية الكويتية]

قرض کی ادائیگی دوسرے شہر میں:

قرض کا لین دین ایک شہر میں ہوا، ادائیگی اور واپسی دوسرے شہر میں کی جائے تو اس صورت میں پیسہ ایک شہر سے دوسرے شہر میں ٹرانسفر کرنے کی ذمہ داری راستے کے امن وامان کا رسک، نقل وحمل کے اخراجات وغیرہ کی ذمہ داری قرض لینے والا اٹھاتا ہے، جب کہ قرض دینے والا محفوظ ومطمئن اور ان تمام ذمہ داریوں سے بری الذمہ ہوتا ہے، فقہاء اس لین دین کو ''سفتجہ'' (ہُنڈی، چیک، وہ رقعہ جو ساہوکار کا ایک جگہ سے دوسری

جگہ روپیہ وصول کرنے کے لیے دیتے ہیں) کا نام دیتے ہیں، اس ضمن میں فقہاء کی رائیں ذیل میں پیش کی جارہی ہیں۔

امام ابن قدامہ حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ قرض کا لین دین اگر مطلق ہو یعنی کوئی شرط نہ لگائی گئی ہو تو واپسی کے وقت بہتر ادائیگی یا دوسرے شہر میں ہُنڈی وغیرہ سے ادائیگی جائز ہے۔ (المغنی ۴/۳۲۱)

علامہ ابن سیرینؒ کا قول ہے کہ اگر آپ نے غلہ وغیرہ اُدھار دیا، واپسی کسی اور جگہ ہوئی اگر ایسا پیشگی شرط کی بنا پر ہے تو یہ مکروہ ہے اور اگر عرف میں مروج ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (المحلی لابن حزم ۸/۷۸)

امام عمرانی شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ شرط لگا کر قرض دینا کہ واپسی کسی اور شہر میں ہوگی اسی طرح نقل وحمل کے اخراجات سے بچنے کے لیے ہُنڈی کا رقعہ لکھنے کی شرط لگانا جائز نہیں ہے، اسی طرح یہ شرط لگا کر قرض دینا کہ واپسی قرض سے بہتر کرنی پڑے گی یہ بھی ناجائز ہے، لیکن اگر بغیر شرط کے قرض لینے والا اپنی رضا اور غبت سے ایک درہم کی جگہ دو درہم ادا کرے یا ہُنڈی کا رقعہ، یا چیک کے ذریعہ ادائیگی کرے تو جائز ہے، بشرطیکہ قرض دینے والے نے ایسا کرنے پر مجبور نہ کیا ہو اور ایسا کرنے کی اس کی عادت بھی نہ ہو۔

(البیان للعمرانی ۵/۴۲۴)

● ● ●

قرض کا قرض کے عوض تبادلہ

EXCHANGE OF DEBIT

مقاصّہ یعنی قرض کو قرض کے عوض منہا(Less) کرنا، شرط یہ ہے کہ دونوں طرف کے قرضوں کی مقدار اور ادائیگی کا وقت یکساں اور مساوی ہو اگر دونوں میں سے کوئی ایک زیادہ ہو تو کم کا زیادہ سے تبادلہ ممکن ہے، مثلاً زید نے بکر کو سو روپیہ قرض دیا، جب کہ زید بھی بکر کے سو روپیہ کا مقروض ہے تو اب زید بکر سے کہتا ہے کہ میرا سو تمہارے سو کے عوض منہا (Less) ہے تو یہ صورت جائز ہے۔

قرض کو قرض کے عوض بیچنے یا تبادلہ کرنے کی مختلف شکلیں ہیں جو ذیل میں درج ہیں۔

ابن جُزی بیع مقاصّہ کی تعریف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں "بیع مقاصّہ قرض کے عوض قرض کو منہا(Less) کرنے کو کہتے ہیں، اس میں مصالحت کرنے، بدلہ دینے اور ایک قرض کو دوسرے کے حوالہ کرنے کی شکلیں پائی جاتی ہیں کچھ اس میں سے جائز ہیں جب کہ کچھ شکلیں ناجائز ہیں، مصالحت اور باہمی رضامندی جواز کی شکل ہے جب کہ معاوضہ اور حوالہ کی شرطیں نامکمل ہوں تو یہ عدم جواز کی شکل ہے۔

اس کی ایک شکل یہ ہے کہ مبیع کی حوالگی کی مدت میں تاخیر اور مہلت کے عوض مقدار سامان مبیع میں اضافہ کر دیا جائے، مثلاً سو روپیہ کے عوض دس کیلو گیہوں کا لین دین کیا گیا، قیمت کی ادائیگی فوری ہوگئی، جب کہ مبیع یعنی گیہوں ایک سال یا ایک ماہ بعد مقررہ تاریخ پر ادا کرنا طے پائے، مقررہ تاریخ آنے پر بیچنے والا خریدنے والے سے کہے کہ اس وقت میرے پاس گیہوں نہیں ہے، مجھے ایک سال کی مزید مہلت دو اس کے عوض سابقہ

قیمت یعنی سو روپیہ ہی کے عوض دس کے بجائے بیس کیلو گیہوں دوں گا۔

دوسری شکل یہ ہے کہ حوالگی کی مدت میں تاخیر و مہلت کے عوض مقدار قیمت میں اضافہ کر دیا جائے، مثلاً کوئی سامان سو روپیہ میں بیچا گیا، سامان پر قبضہ ہو گیا، قیمت کی حوالگی ایک سال یا ایک ماہ بعد طے پائی، مقررہ وقت آنے پر خریدنے والا بیچنے والے سے کہتا ہے کہ مجھے مزید ایک سال یا ایک ماہ کی مہلت دیں، اس کے عوض میں سابقہ قیمت سو روپیہ کی جگہ ایک سو دس روپیہ دوں گا۔

اس طرح کی تمام خرید و فروخت کی ممانعت حدیث میں آتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عمرؓ فرمانِ رسول (ﷺ) نقل کرتے ہیں: "نهى رسول الله ﷺ عن بيع الكالي بالكالي [وهو بيع الدين بالدين]". (رواہ الدارقطنی والحاکم فی المستدرک)

یعنی نبی کریم ﷺ نے قرض کو قرض کے عوض کمی بیشی کر کے فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

● ● ●

قرض دینے اور قرض لینے والے کے مال میں زکوٰۃ کا حکم

(۱) قرض دینے والے کے مال میں زکوٰۃ کا حکم:

کسی شخص نے دوسرے کو قرض دیا، قرض کی مقدار اتنی ہے کہ وہ تنہا نصاب کو پہنچ جاتی ہے یا قرض دینے والے کے باقی مال کے ساتھ مل کر نصاب کو پہنچتی ہے، دونوں صورتوں میں زکوٰۃ نکالنے کے لیے قدرے تفصیل ہے۔ "فقه السنة" کتاب کے مطابق قرض کی دو حالتیں ہیں۔

پہلی حالت:- قرض لینے والا قرض کا معترف اور مقر یعنی اقرار کرنے والا ہے، ایسے قرض کی زکوٰۃ کے بارے میں فقہاء کی چند رائیں ہیں جو ذیل میں پیش کی جارہی ہیں:-

پہلی رائے:- ایسی صورت میں اصل مالکِ مال (قرض دینے والے) پر زکوٰۃ واجب ہے، مگر قبضہ سے پہلے زکوٰۃ نکالنا واجب نہیں ہے، قرض پر قبضہ ہونے کے بعد ایک ہی ساتھ سال گزشتہ کی زکوٰۃ بھی ادا کرے۔ یہ حضرت علیؓ، سفیان ثوریؒ، ابوثورؒ، احنافؒ اور حنابلہؒ کا مسلک و مذہب ہے۔

دوسری رائے:- اصل مالکِ مال پر زکوٰۃ نکالنا فوری واجب ہے، اگرچہ مالِ قرض پر قبضہ نہ ہو، کیوں کہ اصل مالک مال کو واپس لینے والے اس میں تصرف کرنے پر قادر ہے۔ چناں چہ اس کی زکوٰۃ نکالنا بھی ضروری ہے، جیسا کہ مالِ امانت اور مالِ ودیعت میں اصل مالک مال ہی زکوٰۃ نکالنے کا مکلّف و مامور ہوتا ہے، یہ حضرت عثمانؓ، ابن عمرؓ، جابرؓ، طاؤسؒ،

نخعیؒ، حسنؒ، زہریؒ، قتادہؒ اور امام شافعیؒ کا مسلک و مذہب ہے۔

تیسری رائے:- اس پر زکوٰۃ نہیں ہے کیوں کہ وہ مال غیر نامی ہے جیسا کہ آلۂ حرفت وصنعت اور سامان زراعت پر واجب نہیں ہے، یہ مسلک حضرت عکرمہؓ کا ہے، حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔

چوتھی رائے:- مالِ قرض پر قبضہ کے بعد صرف ایک سال کی زکوٰۃ نکالے گا یہ حضرت سعید بن المسیب اور عطاء بن ابی رباحؒ کا مسلک ہے۔

قرض کی دوسری حالت:-

قرض لینے والا تنگ دست ہے یا قرض کا انکاری ہے یا نادہندہ ہے، مال رہتے ہوئے ٹال مٹول کرتا ہے، تو ایسی صورت میں کہا گیا ہے کہ زکوٰۃ واجب نہیں ہے، کیوں کہ صاحبِ مال اپنے مال سے فائدہ اٹھانے پر قادر نہیں ہے، یہ حضرت قتادہؒ، اسحاقؒ، ابوثورہؒ اور ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ قبضہ ہونے کے بعد سال گزشتہ کی زکوٰۃ بھی نکالے گا، کیوں کہ یہ مالِ مملوک ممکن التصرف ہے۔ چناں چہ سال گزشتہ کی زکوٰۃ بھی واجب ہوگی، جیسا کہ تونگر اور مال دار کو قرض دینے کی صورت میں زکوٰۃ نکالنے کا مکلّف اور مامور اصل مالک مال ہی ہوتا ہے، یہ حضرت سفیان ثوریؒ اور ابوعبیدہؒ کا قول ہے، اس ضمن میں حضرت امام شافعیؒ کے دو قول ہیں، جب کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، حسنؒ، لیثؒ اوزاعیؒ اور امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ مال قرض پر قبضہ ہونے کے بعد گزشتہ ایک سال کی زکوٰۃ نکال دینا کافی ہے۔ (فقہ السنۃ)

(۲) قرض لینے والے کے مال پر زکوٰۃ نکالنے کا حکم:

اس ضمن میں حضراتِ شوافع کہتے ہیں کہ جو شخص اموال زکوٰۃ میں سے کسی نصاب کا مالک ہو اور اس پر حولانِ حول یعنی سال گزر جائے تو ایسے شخص پر زکوٰۃ واجب ہے، زکوٰۃ

کا نکالنا ضروری ہے، اگر چہ وہ اتنا مقروض ہو جو پورے مال کو مستغرق ہو جائے یا اس کو نصاب سے کم کر دے۔

جب کہ حضرات حنابلہ کہتے ہیں کہ جو شخص صاحب نصاب ہوتا ہم وہ مقروض بھی ہو تو پہلے وہ قرض کی ادائیگی کے بقدر مال منہا کر کے بعدہ بقیہ مال اگر نصاب کو پہنچے تو اس کی زکوٰۃ نکالے گا ورنہ نہیں۔[الفقه على المذاهب الأربعة ص:۳۳۱]

مشہور فقیہ شیخ مصطفیٰ زرقانی فرماتے ہیں کہ میعادی اور قسط واری قرض صاحب مال کے زکوٰۃ نکالنے میں مانع نہیں ہے تاہم وہ قرض جس کی دائیگی فوری کرنی ہو اسی بیچ حولانِ حول ہو جائے تو بقدرِ قرض رقم منہا کر کے بقیہ مال کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

(فتاویٰ مصطفیٰ الزرقانی ۱۳۷)

اسی بنیاد پر اس مال میں بھی زکوٰۃ واجب ہے جس کو کوئی شخص بطور قرض لیتا ہے اس میں مالکانہ تصرف کرتا ہے اس کو انویسمنٹ کر کے تجارت میں لگاتا ہے، بشرطیکہ یہ قرض لینے والے کی ماہانہ تنخواہ سے قسطوں میں وضع کیا جاتا ہو، یکبارگی (یک مشت) ادائیگی مطلوب و مشروط نہ ہو۔

● ● ●

مستحق زکوۃ قرض دار

آٹھ مصارف زکوۃ میں قرض دار بھی شامل وداخل ہے، اس کی بنیاد ارشاد خداوندی ہے: "اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ". (سورہ توبہ)

مذکورہ آیت میں مصارف زکوۃ میں قرض دار کو بھی شامل کیا گیا ہے، حضرت عطاء بن یسارؒ فرمانِ رسول ﷺ نقل کرتے ہیں کہ "زکوۃ کسی مال دار کے لیے حلال نہیں ہے الّا یہ کہ وہ پانچ زمروں میں سے کسی ایک میں شامل ہو۔

ا۔ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا مجاہد اگر چہ مال دار ہو۔

۲۔ زکوۃ کی وصول یابی پر مامور کارندہ اگر چہ مال دار ہو۔

۳۔ دیوالیہ قرض دار۔

۴۔ ایسا مال دار جس نے مال صدقہ خرید کر بطور ہدیہ حاصل کیا ہو۔

۵۔ ایسا شخص جس کا پڑوسی مسکین ہو، اس کی مالِ زکوۃ سے مدد کی گئی، اس مسکین نے مالِ زکوۃ کو بطور ہدیہ اسی پڑوسی مال دار کو پیش کر دیا۔[رواه أبو داؤد وابن ماجه وأحمد والدار قطني والحاكم وابن خزيمة والبيهقي ومالك مرسلاً، وقال الحاكم عن الطريق الموصول: صحيح على شرط الشيخين باب من تحل له الصدقة]

ابن حجر ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ قرض خواہوں کی کئی قسمیں ہیں:۔

پہلی قسم:۔ جس شخص نے دو فریقوں کے درمیان صلح کرانے اور فتنہ وفساد مٹانے کی غرض سے قرض لیا اگر چہ وہ مال دار ہو تو اس کے قرض کی بھرپائی مال زکوۃ سے کی جائے گی۔

چاہے نقدی شکل میں ہو یا کسی اور شکل میں اور ایسا کرنا مفاد عامہ کے تحت درست ہے۔

دوسری قسم:- جس نے مہمان نوازی کی غرض سے یا تعمیر مسجد یا پل بنوانے یا قیدی کو آزاد کرنے یا دیگر مصالح عامہ کی غرض سے قرض لیا تو اس کی بھرپائی مال زکوٰۃ سے کی جائے گی لیکن نقدی کی شکل میں نہیں، اگرچہ قرض لینے والا غنی ہو۔

تیسری قسم:- اگر کسی نے ذاتی طور پر کسی نیک مقصد یا جائز کام کے لیے قرض لیا، یا قرض لیا ناجائز کام کے لیے، لیکن خرچ کیا جائز کام میں، یا قرض لیا جائز کام کے لیے اور خرچ کیا ناجائز کام میں، یا قرض لیا معصیت کے لیے اور خرچ بھی معصیت ہی میں کیا، لیکن توبہ کرلیا اور گمان غالب ہو کہ وہ اپنے توبہ میں سچا ہے تو ان تمام صورتوں میں مال زکوٰۃ سے اتنا دیا جائے گا کہ اس کا قرض ادا ہو جائے گا، اگر وہ بذات خود ادائیگی سے قاصر ہو۔ اگر وہ دیوالیہ ہو تو کل قرض دیا جائے گا، بذاتِ خود ادا کرنے کی شکل میں مسکین ہونے کا اندیشہ ہو تو ادائیگی قرض کا بوجھ اس پر نہ ڈال کر مال زکوٰۃ سے ادائیگی کر دی جائے گی۔

چوتھی قسم:- ضامن، گارنٹر، ضامن نے کسی قرض دار کی ضمانت لی اور وقت مقررہ پر خود ہی تنگ دست ہو گیا تو اس صورت میں مال زکوٰۃ سے دیا جائے گا، اسی طرح خوش حال یا بدحال کا گارنٹر بغیر ان کی اجازت قرض خواہوں کا دین قرض لے کر ادا کرے تو بھی مال زکوٰۃ سے مدد کی جائے گی، برخلاف اس صورت کے کہ میت مقروض ہو کر مرے اور ادائیگی کے لیے کوئی سرمایہ یا ترکہ نہ چھوڑے تو بایں صورت مال زکوٰۃ سے ادائیگی نہیں کی جائے گی۔ [المنهج القويم ۲/۳۲۶]

نادار مقروض سے قرض ساقط کرنا اور اس کو زکوٰۃ شمار کرنا:

اگر کوئی شخص مقروض سے اپنا قرض ساقط کر دے اور اتنی رقم زکوٰۃ میں محسوب کر کے وضع کرے تو اس کی کئی شکلیں ہیں جو ذیل میں درج ہیں۔

۱: اگر قرض دینے والے نے مقروض کو اپنی زکوٰۃ دی اور شرط لگا دی کہ یہ رقم وہ قرض کے بدلہ واپس کر دے گا تو یہ جائز اور درست نہیں ہے تاہم اگر نیت ہو لیکن شرط نہ ہو تو

ایسا کرنا درست ہے، اسی طرح مقروض نے بلا شرط زبانی وعدہ کیا ہو تو بھی درست ہے۔

۲: اگر قرض دینے والا مقروض سے کہے کہ قرض ادا کر دو بعد میں یہ رقم بطور زکوٰۃ تمہیں لوٹا دوں گا، چناں چہ مقروض نے قرض واپس کر دیا تو اس کا قرض ادا ہو گیا، لیکن قرض دینے والے پر اس کو زکوٰۃ دینا لازم نہ ہوگا۔

۳: اگر قرض دینے والا مقروض سے کہے کہ میرا قرض جو تم پر ہے اس کو میں زکوٰۃ سمجھ کر مال زکوٰۃ میں محسوب کر لیتا ہوں تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ اول قرض پر قبضہ ضروری ہے پھر چاہے تو بطور زکوٰۃ مقروض کو دے دے۔ [المنهج القويم ۲/ ۳۲۷]

امام عمرانیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی نادار شخص کسی کا مقروض ہو اور قرض دینے والا قرض کی رقم کو زکوٰۃ میں محسوب کرنا چاہیے تو اس ضمن میں دو رائیں ہیں۔ (۱) جواز کی (۲) عدم جواز کی۔

۱۔ عدم جواز کے قائلین میں قاضی ابوالقاسم الصیمری، امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ شامل ہیں، ان حضرات کا کہنا ہے کہ قرض دینے والا چوں کہ زکوٰۃ نکالنے کا بہر صورت مکلّف ہے اور وہ اپنی ذمہ داری سے اسی صورت میں سبکدوش ہو سکے گا جب کہ اس کا مال قرض پر قبضہ ہو جائے۔

۲۔ جواز کے قائلین میں شیخ ابوالنصرؒ، حسن بصریؒ، عطاءؒ شامل ہیں، ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ قرض دینے والا اگر نادار مقروض کو زکوٰۃ دیتا، مقروض بعینہٖ وہی رقم قرض میں واپس کر دیتا تو یہ جائز ہے، اسی طرح قبضہ ہونے سے پہلے بھی جائز ہے۔

لیکن راجح اور افضل پہلی صورت یعنی عدم جواز کی ہے۔

بہر حال مذکورہ بالا وضاحت سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ فقیر کو مال زکوٰۃ اس شرط کے ساتھ دینا کہ وہ زکوٰۃ وصول کرنے کے بعد واپس اس کے قبضہ میں دے دے گا تو یہ صورت درست نہیں ہے، تاہم شرط نہ ہو صرف نیت ہو تو کوئی مضائقہ اور حرج نہیں ہے۔ (البیان ۳/ ۴۳۸)

اللہ کا قرض ادا کرنا زیادہ ضروری ہے

اللہ تعالیٰ کا دَین اللہ کے وہ حقوق ہیں، جن کی ادائیگی ہر مکلّف بندے پر واجب اور ضروری ہے، خواہ یہ دَین بدنی عبادتوں کی شکل میں ہو۔ جیسے: نماز اور روزہ، خواہ مالی عبادتوں کی شکل میں ہو۔ جیسے: زکوٰۃ اور صدقۂ فطر، کفارات یا نذرِ واجب وغیرہ۔

اللہ کے حق، قرض کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوگا کہ کسی کا انتقال ہوجائے اس حال میں کہ اس پر زکوٰۃ کا نکالنا واجب تھا تو اس کے ترکہ میں سے زکوٰۃ کی ادائیگی کی جائے گی، اللہ کا یہ قرض حق اتنی اہمیت رکھتا ہے کہ وراثت، وصیت اور دیگر قرض خواہوں کے حق پر بھی اس کو مقدم رکھا جائے گا، جیسا کہ آیت میراث میں ارشاد خداوندی ہے: "مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُوصِىٰ بِهَآ أَوۡ دَيۡنٍ" (سورۃ النساء ۱۱) اس پر سب کا اتفاق ہے کہ سب سے پہلے قرضوں کی ادائیگی کی جائے گی اور وصیت پر عمل اس کے بعد کیا جائے گا اور زکوٰۃ اللہ کا قرض ہے جس کو دیگر قرضوں پر مقدم رکھا جائے گا۔

امام بخاریؒ نے بروایت حضرت ابن عباسؓ قبیلہ جہینہ کی ایک خاتون کا واقعہ نقل کیا ہے جو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی ہے اور دریافت کرتی ہے کہ میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی، لیکن حج کرنے سے پہلے ہی ان کا انتقال ہوگیا تو کیا میں ان کی طرف سے حج کروں؟ تاکہ ان کی نذر پوری ہو تو آں حضرت ﷺ نے جواب دیا ہاں! ان کی طرف سے حج کرو پھر فرمایا تمہارا کیا خیال ہے اگر تمہاری والدہ مقروض ہوتیں تو تم ادا کرتیں یا نہیں، اسی طرح حج بھی تمہاری والدہ پر اللہ کا قرض ہے، اس کو ادا کرو کیوں کہ اللہ کا حق قرض ادا کرنا زیادہ ضروری ہے۔ (رواہ البخاری)

مذکورہ حدیث کی شرح کرتے ہوئے ابن حجرؒ رقم طراز ہیں کہ حج پر قیاس کرتے

ہوئے اللہ کا ہر حق واجب الاداء ہے جو اپنی ذات پر لازم کر لی جائے۔ (فتح الباری ۴/۶۴-۶۶) امام بخاریؒ ہی نے بروایت حضرت ابن عباسؓ ایک شخص کا واقعہ نقل کیا ہے جو نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول! میری ماں کا انتقال ہو گیا اس حال میں کہ ان پر ایک مہینہ کا روزہ باقی ہے تو کیا میں ان کی طرف سے قضا کروں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں! کیوں کہ اللہ کا قرض ادا کرنا زیادہ ضروری ہے۔ (رواہ البخاری)

حضرت انسؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی نماز کو بھول جائے اسے چاہیے کہ جب یاد آجائے تو پڑھ لے، اس کا کفارہ یہی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ" (سورہ طٰہٰ ۱۴) یعنی میری یاد کے لیے نماز قائم کرو، موسیٰ نے کہا ہم سے ہمام نے، ان سے قتادہ نے اور ان سے انسؓ نے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اسی کے مثل روایت کیا۔ (رواہ البخاری و مسلم)

اسی بنا پر حضرات شافعیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ اللہ کا قرض اور حق موت سے بھی ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا، بلکہ میت کے ترکہ سے متعلق ہو جاتا ہے۔ چناں چہ میت کے ترکہ سے اللہ کے تمام قرض ادا کیے جائیں گے جیسا کہ لوگوں کا قرض میت کے ترکہ سے ادا کیا جاتا ہے۔ چناں چہ مرنے والے نے زکوٰۃ نہیں دی ہے تو زکوٰۃ ترکہ سے منہا کیا جائے گا، کفارہ باقی ہے تو کفارہ منہا کیا جائے گا اور اگر حج نہیں کیا ہے تو ترکہ کے مال سے حج کرایا جائے گا، یہ تو مالی حقوق کی بات تھی۔

بہر حال خالص بدنی اور جسمانی عبادتیں تو شوافع اور حنابلہ کے نزدیک دنیا میں حکماً ساقط ہو جاتی ہیں، لیکن امام بویطی شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہر فوت شدہ نماز کے بدلہ ایک مد (ایک پیمائش کا نام ہے جیسے آج کل کیلو وغیرہ رائج ہے) غلہ دینا واجب ہے، یہی حکم واجب اعتکاف کا ہے۔ اسی طرح ہر فوت شدہ روزہ کے عوض فدیہ دیا جائے گا، شافعیہ کا قدیم قول ہے کہ فوت شدہ روزہ کے عوض روزہ رکھنا واجب ہے، شربینی خطیبؒ کہتے ہیں کہ قدیم قول ہی راجح ہے۔

حنابلہ کے نزدیک نذر مانی ہوئی عبادتیں میت کے ترکہ سے ادا کی جائیں گی، لیکن رمضان کا روزہ اور کفارہ کے بدلہ غلہ فدیہ میں دیا جائے گا۔ ● ● ●

قرض کی ادائیگی کے لیے نبوی دعائیں

قرض کی ادائیگی حقیقت میں اللہ کی توفیق پر منحصر ہے اور اللہ کی توفیق حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ (۱) اللہ سے کثرت سے دعا کرنا (۲) اللہ کی مدد ونصرت مانگنا (۳) اپنی حاجت وضرورت اللہ کے سامنے رکھنا (۴) اپنی بے چارگی درماندگی اور عاجزی اللہ کے حضور ظاہر کرنا ہے۔

اس دنیا میں انسانوں کو بعض اوقات بڑے مصائب اور مشکلات سے سابقہ پڑتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے ایسے مواقع کے لیے جو دعائیں تعلیم فرمائی ہیں وہ مصائب ومشکلات سے نجات کا وسیلہ بھی ہیں اور قرب خداوندی کا ذریعہ بھی ان میں سے چند دعائیں ذیل میں پیش کی جارہی ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰؓ سے روایت ہے کہ ایک مکاتب (اس غلام کو کہا جاتا ہے جس کے آقا نے یہ طے کردیا ہو کہ تم اتنی رقم ادا کردو تو آزاد ہو) ان کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا: میں زر کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو رہا ہوں، آپ اس میں میری مدد کردیجیے، حضرت علیؓ نے فرمایا میں تم کو وہ دعائیہ کلمات نہ بتادوں جو مجھے رسول اللہ ﷺ نے تعلیم فرمائے تھے، اگر تم پر کسی بڑے پہاڑ کے برابر بھی قرضہ ہوگا تو اس دعا کی برکت سے اور اللہ کے حکم سے وہ ادا ہوجائے گا۔ (وہ مختصر دعا یہ ہے) "اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَأَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ" [رواه الترمذي والحاكم باسناد صحيح ووافقه الذهبي]

ترجمہ: اے اللہ! مجھے حلال طریقے سے اتنی روزی دے جو میرے لیے کافی ہو اور حرام کی ضرورت نہ ہو، اور اپنے فضل وکرم سے مجھے اپنے ماسوا سے بے نیاز کردے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو ایک انصاری صحابی کو جن کا نام ابوامامہ تھا، آپ ﷺ نے مسجد میں بیٹھے دیکھا، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: کیا بات ہے کہ تم اس وقت جب کہ کسی نماز کا وقت نہیں ہے مسجد میں بیٹھے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! فکروں نے مجھے گھیر رکھا ہے، کیوں کہ مجھ پر بہت قرضوں کا بوجھ ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں ایسا دعائیہ کلمہ بتادوں جس کے ذریعہ دعا کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں ساری فکروں سے نجات دے دے اور تمہارے قرضے بھی ادا کرادے، ابواُمامہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا، اللہ کے رسول! ضرور بتادیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ تم صبح وشام یہ دعا پڑھ کرو "أَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَأَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعِجْزِ وَالْكَسَلِ وَأَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ". (حدیث ضعیف رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں فکر اور غم سے اور نکمے پن اور سستی و کاہلی سے اور بزدلی و کنجوسی سے اور پناہ مانگتا ہوں قرضے کے بار کے غالب آجانے سے اور لوگوں کے دباؤ سے۔

ابواُمامہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی اس ہدایت پر عمل کیا تو خدا کے فضل وکرم سے میری ساری فکریں ختم ہوگئیں اور میرا قرض بھی ادا ہوگیا۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذؓ سے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی دعا نہ سکھادوں کہ اگر تم پر اُحد پہاڑ کے برابر بھی قرض ہو تو اللہ اس دعا کی برکت سے تمہارا سارا قرض ادا کرادے گا، معاذؓ یہ دعا پڑھا کرو: "أَللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٍ، رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

وَرَحِيمَهُمَا تُعْطِيهِمَا مَنْ تَشَاءُ وَتَمْنَعُ مِنْهُمَا مَنْ تَشَاءُ اِرْحَمْنِي رَحْمَةً تُغْنِينِي بِهَا عَنْ رَحْمَةٍ مَنْ سِوَاكَ". [حديث حسن رواه الطبراني في الصغير وقال الهيثمي ورجاله ثقات]

ترجمہ: اے میرے اللہ! اے تمام جہاں کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے، اے دنیا وآخرت کے رحمٰن ورحیم تو جسے چاہتا ہے دنیا وآخرت کی بھلائیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے محروم کرتا ہے مجھ پر ایسی رحمت کی بارش فرما جو مجھے تیرے ماسوا سے بے نیاز کردے۔

حضرت سہیل کہتے ہیں کہ ابوصالح ہم کو ہدایت فرماتے تھے کہ جب ہم میں سے کوئی سونے کا ارادہ کرے تو اپنی داہنی کروٹ پر لیٹے اور اللہ سے یوں دعا کرے: "اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ وَرَبَّ الْأَرْضِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوىٰ مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ، أَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ اِقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَأَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ". (رواہ مسلم)

ترجمہ: اے میرے اللہ! آسمان وزمین کے مالک اور عرش عظیم کے مالک، ہمارے اور ہر چیز کے مالک، دانے اور گٹھلی کو پھاڑ کر اس سے پودا نکالنے والے، تورات وانجیل اور قرآن کے نازل فرمانے والے میں تیری پناہ مانگتا ہوں زمین میں چلنے یا رینگنے والی تیری ہر مخلوق کے شر سے جس پر تیرا مکمل قابو ہے، اے اللہ! تو ہی اول ہے کوئی چیز تجھ سے پہلے نہیں، تو ہی آخر ہے کوئی چیز نہیں جو تیرے بعد ہو، مجھ پر جو قرض ہے اسے ادا کرادے اور فقر ومحتاجی دور فرما کر مجھے غنی اور خوش حال کردے۔

●●●

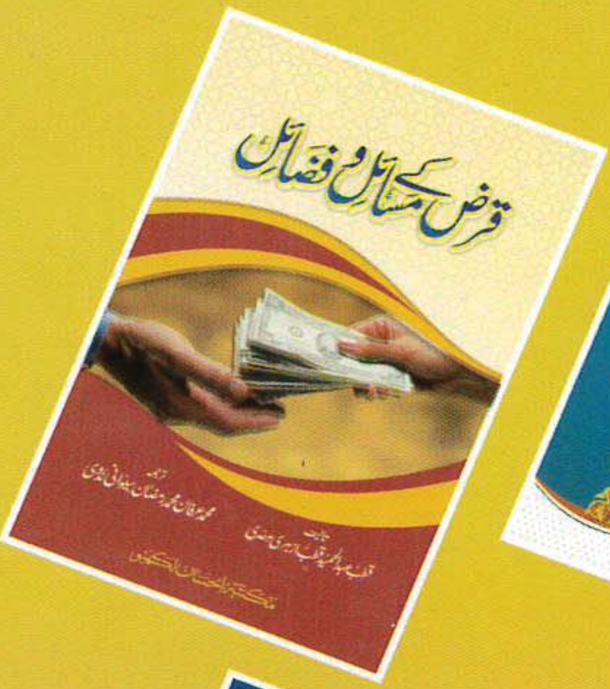

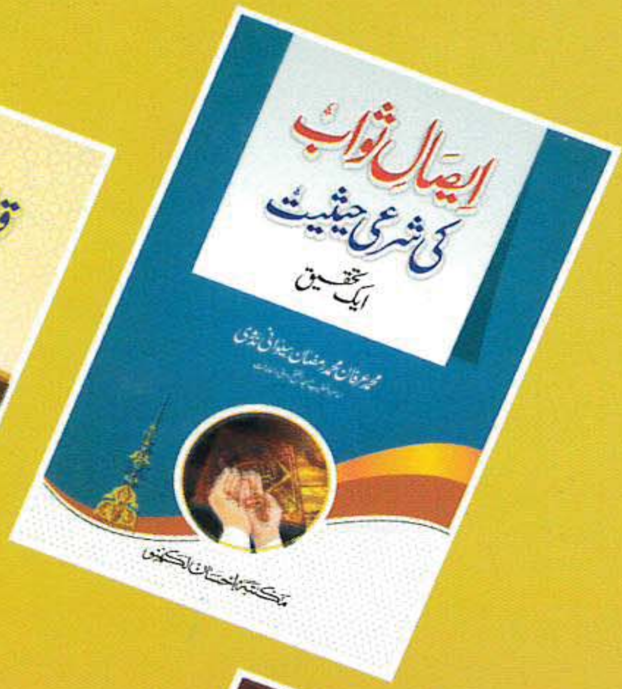

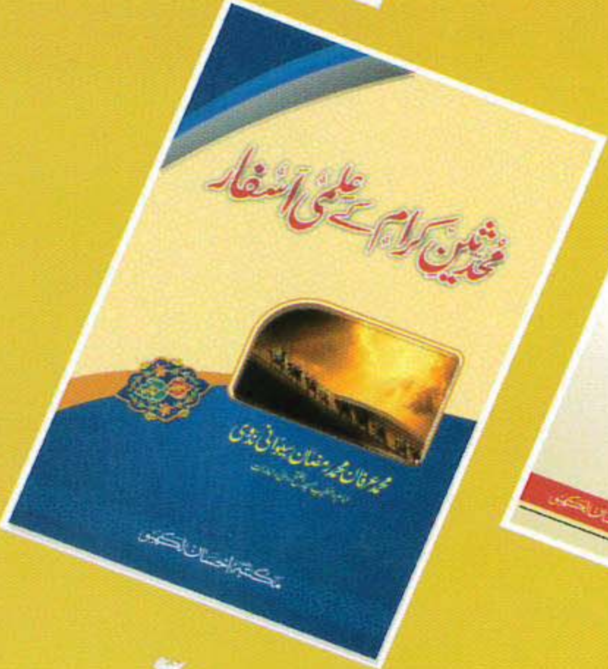

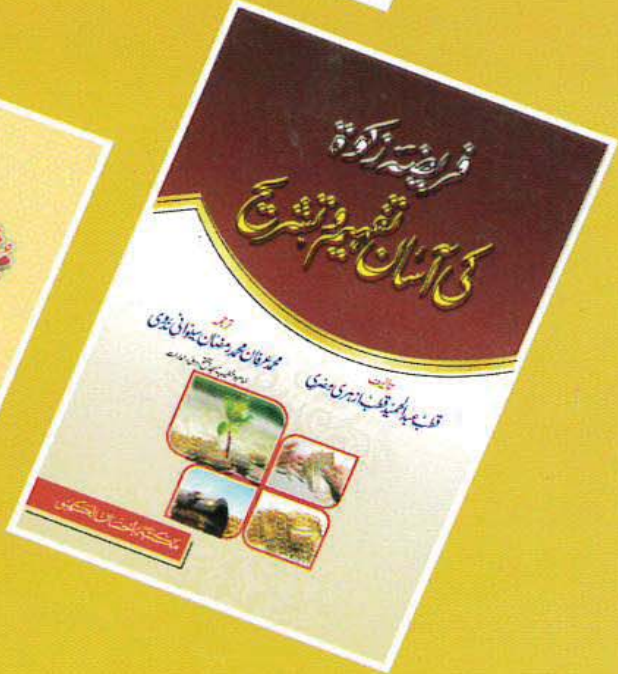

Printed by : **MAKTABA AHSAN** Ph. : 0522-2742842

بیت نور، رمضان
Bait-e-Noor Ramzan
Siswan East, Siwan, Bihar
+97-1505 359 002 +91-896 971 7070
E-mai : irfan.nadvi@yahoo.com

₹ 80/-